بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

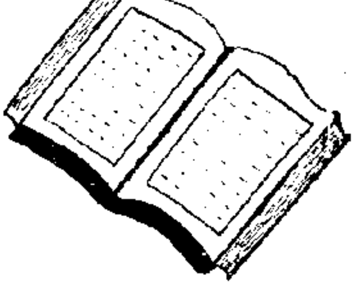

نومبر ۱۹۵۵ء

الفرقان

(۱) فضائل قرآن مجید بیان کرنے والا (۲) غیر مسلموں یعنی آریوں عیسائیوں اور بہائیوں کے قرآن مجید پر اعتراضات کا جواب دیکر انہیں دعوتِ اسلام دینے والا۔ (۳) باشندگانِ پاکستان کو عربی زبان سکھانے والا (۴) مستشرقین کے خیالات پر تحقیقی تبصرہ کرنے والا ماہنامہ!

احمد نگر۔ ربوہ ضلع جھنگ

پاکستان

ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری
سابق ایڈیٹر رسالہ عربی "البشریٰ" فلسطین

بہائی صاحبان نے اپنے غیر مسلم ہونے کا اعلان کر دیا

ہمارے سامنے بہائیوں کے تین مطبوعہ اشتہار موجود ہیں۔ پہلا اشتہار اس چٹھی کی نقل ہے جو مورخہ ۷ جولائی ۱۹۵۵ء کو مسٹر اے ۔ سی ۔ جوشی کے دستخطوں سے وزیر قانون حکومت پاکستان کو بھیجی گئی ۔ اس میں لکھا ہے ۔

"The Bahai's of Pakistan seek the honour and privilege of being included among the Non- Muslim Minorities of the land."

دوسرا اشتہار اس مکتوب مفتوح پر مشتمل ہے جو مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۵۵ء کو اراکین دستور یہ پاکستان کے نام مسٹر جوشی کی طرف سے بھیجا گیا ہے اس میں سابقہ مطالبہ کی یاد دہانی کراتے ہوئے اسے ان الفاظ میں دھرایا گیا ہے ۔

"The Bahai's of Pakistan be declared a Non-Muslim Minority by law of the Land."

تیسرا اشتہار سالکوٹ سے شائع کیا ہوا مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۵۵ء کا وہ اخباری بیان ہے جو شیخ حشمت اللہ بہائی "duly appointed member" کی طرف سے جاری کیا گیا ہے اس میں پر زور طور پر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہے کہ :

"We wish the law of the land to declare that the Bahai's of Pakistan are a Non-Muslim Minority."

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ بہائی لوگ اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دئے جانے پر سخت مصر ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان کا یہ اصرار سیاسی طور پر بعض فوائد حاصل کرنے کے لئے ہے مگر کیا کوئی ایسا فرقہ جو فی الواقع مسلمان ہو اور اپنے مسلمان قرار دئیے جانے پر سنجیدگی سے قائم ہو دنیوی مفاد کی خاطر ایسی حرکت کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ بہائی لوگ قرآن مجید کو منسوخ قرار دیکر ایک نئی خود ساختہ شریعت کو مانتے ہیں وہ جناب بہاء اللہ کو نبیوں سے بڑھ کر "مستقل خدائی ظہور" مانتے ہیں اسلئے جب وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والے کلمہ سے منحرف ہو چکے ہیں تو ان کے مسلمان قرار دئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اچھا ہوا کہ انہوں نے یہ مطالبہ کر کے ناواقفوں کو مغالطہ سے بچا لیا ۔ کاش وہ یہ اعلان شروع سے اور ہر ملک میں کرتے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۵ | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۱	طوفانِ نوحؑ	۲
۲	جماعت اسلامی اور رسالہ طلوعِ اسلام کی صریح غلط بیانی	۵
۳	اسلام ایک مشہور مستشرق کی نگاہ میں	۹
۴	اسلامی سلطنت کے شاندار عہد میں مسلمانوں کا رویہ	۱۳
۵	مذہبی عدالتیں	۱۵
۶	فی مدح القرآن المجید (عربی قصیدہ)	۱۸
۷	آرامی زبان سے بائیبل کا ترجمہ (عربی مضمون کا ترجمہ)	۱۹
۸	شذرات	۲۱
۹	البیان —— (قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر تفسیری نوٹوں کے ساتھ)	۲۵
۱۰	عصمتِ انبیاء —— (انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں خدا تعالیٰ کا زبردست ہاتھ)	۳۳
۱۱	الخطاب (عربی قصیدہ)	۴۰
۱۲	بہائی صاحبان نے اپنے غیر مسلم ہونے کا اعلان کر دیا۔	ٹائیٹل ص۳
۱۳	بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ	ص۴

بقایا دار حضرات سے درخواست

جن خریدار حضرات کے ذمہ دسمبر ۵۵ء تک کوئی بقایا ہے اس کی وصولی کے لئے دفتر کی طرف سے وی۔پی کئے جا رہے ہیں۔ کچھ احباب کے نام (جنہیں پہلے بذریعہ خط اطلاع دی جا چکی ہے) یہ نمبر وی۔پی کیا جا رہا ہے۔ اُن سے درخواست ہے کہ وہ ازراہ مہربانی وی۔پی ضرور وصول فرما لیں۔

جزاھم اللہ خیراً

باقی بقایا دار حضرات کے نام ماہ دسمبر ۵۵ء کا رسالہ ۲۰ دسمبر کو بذریعہ وی۔پی بھیجا جائے گا۔ وہ ابھی سے مطلع رہیں۔ نئے سال ۵۶ء کا پہلا پرچہ احباب جلسہ سالانہ کے موقع پر حاصل کر سکیں گے جو ایک خاص نمبر ہوگا۔ انشاء اللہ

ابوالعطاء جالندھری

اپنے رفقاء سے ایک بات

اہل علم اور اہل ذوق احباب کو معلوم ہے کہ الفرقان حق کی نصرت اور باطل کے مقابلہ کیلئے ایک کامیاب رسالہ ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے اس کی خاص تعریف فرمائی ہے۔ اس رسالہ کا اصل نصب العین قرآنی علوم اور قرآنی حقائق کا بیان ہے۔ ہاں ضمناً دوسرے اہل مذاہب بہائیوں، عیسائیوں، منکرینِ حدیث، مودودی جماعت وغیرہم کے اوہام کا بھی ازالہ کیا جاتا ہے۔ ہر سال یہ رسالہ ایک یا ایک سے زیادہ ٹھوس اور تحقیقی نمبر شائع کرتا رہا ہے۔

۵۶ء کا آغاز الفرقان تعلیمی نمبر سے کر رہا ہے۔ اس نمبر کیلئے اہل قلم حضرات سے مقالات کی درخواست ہے نیز اپنے رفقاء یعنی خریدار بھائیوں سے التماس ہے کہ وہ اس رسالہ کی توسیع اشاعت کو اپنا ایک فرض سمجھیں۔ اس رسالہ کی ساری مالی ذمہ داری بھی میرے سر ہے۔

۵۶ء کے لئے جو دوست نئے خریدار بنائیں گے اُن کے نام تحریکِ دُعا کے طور پر شکریہ کے ساتھ شائع بھی کئے جایا کریں گے۔

خادم
ابوالعطاء جالندھری۔ ربوہ

(طابع و ناشر ابوالعطاء جالندھری [illegible] دفتر الفرقان احمد نگر۔ ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۵ — الفرقان — نمبر ۱۱
ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ ✣ نومبر ۱۹۵۵ء

"طوفانِ نوحؑ"

غفلت پہ غافلوں کی روتے رہے ہیں مرسل
اب اِس زماں میں لوگو! نوحہ نیا یہی ہے (درثمین اُردو)

(۱)

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ اس کی ایک صفت ارحم الراحمین بھی ہے۔ دنیا کی ساری محبتیں، جانداروں کے سارے پیار، انسانوں کی ساری شفقت و الفت اللہ تعالیٰ کی محبت، اسکے پیار اور اس کی شفقت و الفت کے مقابلہ میں پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ لیکن جب انسان سرکشی اور طغیان کو اپنا شعار بنا لیتا ہے، تمرّد اور نافرمانی اس کا شیوہ ہو جاتی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ انسانوں کو آگاہ کرنے کے لئے اپنے کسی برگزیدہ کو مبعوث فرمائے۔ انہیں آنے والے عذاب اور مواخذہ سے بچنے کے لئے تیار کرنے کی خاطر کسی رسُول کو بھیجے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی یہ دائمی سنّت ہے کہ اس نے قومی انبیاء کے دَور میں قوموں کی گرفت سے پہلے قومی نبی بھیجے۔ اور عالمی انبیاء کے دَور میں دُنیا بھر کے مبتلائے عذاب کرنے سے قبل عالمی نبی بھیجے۔ اِسی سنّتِ ربّانی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل ۱۵)

کہ ہماری شان کے شایاں یہی ہے کہ ہم کبھی عذاب نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو مبعوث نہ کرلیں۔"

(۲) وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (طٰہٰ ۱۳۴)

کہ اگر ہم اس رسول کی بعثت سے قبل انہیں عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیتے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا تا ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پیشتر تیرے احکام کو مان کر ان کی پیروی کرتے۔"

اِن آیات سے ثابت ہے کہ عذاب دینے سے قبل اللہ تعالیٰ

نبیوں کو مبعوث کرتا رہا ہے اور یہ اس کی شان کے منافی ہے کہ رسول برپا کئے بغیر کسی قوم کو عذاب کا شکار بنائے۔ وہ بطور آخری تنبیہہ عذاب لانے سے قبل رسول بھیجا کرتا ہے۔

(۳)

گزشتہ دنوں مغربی پاکستان میں ایک شدید طوفان آیا۔ جسے ہر کہ ومہ نے قیامت خیز طوفان قرار دیا ہے تاریخ میں بے نظیر و بے مثال طغیانی ٹھہرایا۔ اس سے ہزاروں جانوں کا نقصان ہوا کروڑوں روپے کی مالیت کی عمارات اور فصلیں تباہ ہوگئیں۔ اس طوفان نے چاروں طرف تباہی ہی تباہی پھیلا دی تھی۔ ہفت روزہ چٹان (لاہور) کو بھی طوفانِ نوح کے زیرِ عنوان اس طوفان کے بارے میں لکھنا پڑا :-

"قرآن مجید میں طوفانِ نوحؑ کا ذکر پڑھتے
تو عقل کوتاہ اندیش کو حیرت ہوتی، لیکن
پنجاب کو طغیانی کے جن تھپیڑوں نے ہلاک
کیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ طوفان کیا تھا۔
لاہور کے طوفانِ نوحؑ کو ہم نے اپنی
آنکھوں دیکھا ہے۔"

(چٹان ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۵ء)

عذابِ الٰہی کی یہ ایک شق ہے ورنہ لوگ جانتے ہیں کہ نصف صدی سے یہ زمین اللہ تعالیٰ کے مختلف عذابوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ کہیں زلزلوں سے زمین تہ و بالا ہو رہی ہے، کہیں وباؤں سے نسلِ آدم تباہ و برباد کی جا رہی ہے، کہیں جنگوں، قحطوں اور طوفانوں سے انسان ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلے جا رہے ہیں۔ غرض ایک انسان ان پیہم اور مسلسل عذابوں کو دیکھ کر جو دنیا کے مختلف خطوں میں نصف صدی سے برابر آ رہے ہیں حیرت میں پڑ جاتا ہے اور اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا ہونے والا ہے؟ کیا دنیا پر یہ قیامت کسی انذار اور تنبیہہ کے بغیر نازل کی جا رہی ہے؟ بے شک انسانوں کے جرائم کی پاداش میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ مگر پہلے تمام زمانوں میں خدا تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ قومی عذاب سے پہلے قومی نبی ضرور بھیجا کرتا تھا۔ انسانی فطرت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ مگر اب کیا ماجرا ہو رہا ہے کہ عذاب تو عالمی صورت اختیار کر رہے ہیں اور ان میں خوفناک اور ہولناک تسلسل پیدا ہو رہا ہے بلکہ ہر آنے والا عذاب پہلے سے بڑا ہوتا ہے۔ وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا کا نظارہ نظر آ رہا ہے۔ کیا یہ سب عذاب بغیر کسی رسول کی تنبیہہ کے آ رہے ہیں؟ یہ ایک فطری سوال ہے جو ہر سوچنے والے دل میں پیدا ہو رہا ہے۔

(۴)

مذکورہ بالا سوال کا جواب نہ ہنود دے سکتے ہیں نہ یہود دے سکتے ہیں، نہ عیسائی دے سکتے ہیں اور نہ رسمی مسلمان دے سکتے ہیں۔ یہ سب قومیں خدا کی وحی اور اس کے الہام کو آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ جانے والا قرار دیتی ہیں۔ ان کے نزدیک اب کوئی رسول مبعوث نہیں ہو سکتا۔ ہمیں تعجب ان لوگوں پر ہے جن کی کامل کتاب میں صاف لکھا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا۔ کہ اللہ تعالیٰ کبھی عذاب نہیں بھیجتا جب تک رسول مبعوث نہ کرلے۔" ان لوگوں پر تعجب ہے کہ یہ لوگ بھی دوسروں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے یہی بات کہہ رہے ہیں کہ یہ سارے عذاب، عذابوں کا یہ خطرناک سلسلہ کسی رسول کی بعثت کے بغیر ہے۔

ہاں اس سوال کا جواب صرف احمدی مسلمان دے سکتا ہے۔ کیونکہ آج سے پچاس برس قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو انذار کرتے ہوئے صاف طور پر تحریر فرمایا تھا کہ

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ"

(حقیقۃ الوحی ص۲۵۶ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

کتنا صاف اور واضح انذار ہے کس قدر صراحت کے ساتھ عالمی عذابوں کی پیشگوئی بیان کی گئی ہے۔ ناظرین کرام! خدا ترس دل کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۱۹۰۷ء کے لکھے ہوئے الفاظ ——

"نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا"

پڑھیں اور پھر مدیر چٹان لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء کے الفاظ پڑھیں کہ:-

"لاہور کے طوفانِ نوحؑ کو ہم نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے"

کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ ہرگز نہیں۔

ہم اس جگہ اپنے بھائیوں سے دردمندانہ دل کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ جب طوفانِ نوحؑ آچکا ہے تو یقیناً ماننا پڑے گا کہ نوحؑ بھی مبعوث ہو چکا ہے۔ کیا طوفانِ نوحؑ نوحؑ کے بغیر آ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس آؤ اس نوحؑ کو تلاش کرو۔ اس نے اپنی تعلیم کو بطور "کشتی نوح" پیش کر دیا ہے۔ مبارک وہ ہے جو اپنے وقت میں مبعوث ہونے والے فرستادہ کو شناخت کریں۔ اس پر بھی ایمان لائیں اور خدا تعالیٰ کو راضی کر کے نجات پالیں۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

اخبار الطب

دنیائے طب میں جدید انکشافات ہو رہے ہیں اور نئی نئی چیزیں سامنے آ رہی ہیں۔ اطباء کے لئے ان کا جاننا ضروری اور مفید ہے۔ ہمدرد دواخانہ نے ایسی ہی معلومات اطباء کو پہنچانے کیلئے ایک پندرہ روزہ اخبار الطب جاری کیا ہے۔ اسے طبی نیوز لیٹر کہا جا سکتا ہے۔ ہمدرد دواخانہ کراچی کو اپنے مفصل پتہ سے مطلع فرما کر اطبائے کرام اور ڈاکٹر صاحبان بلاقیمت "اخبار الطب" اپنے نام جاری کرا سکتے ہیں +

قرآنی بیان کی سچائی پر زندہ مثال

جماعت اسلامی اور رسالہ طلوع اسلام کی صریح غلط بیانی!

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کے رؤیا اور خطبہ کے بارے میں مغالطہ دہی

اخبار "المنیر" اور رسالہ "طلوع اسلام" کے نام چیلنج!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :- وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ (الانعام : ۱۱۲) کہ ہم نے حسبِ سابق ہر نبی کے لئے بدترین انسان اور جن دشمن بناتے ہیں۔ یہ لوگ ایک دوسرے تک فرضی اور خوشنما اقوال دھوکہ دہی کی نیت سے نقل کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ جبراً ان کا یہ طریق روکنا چاہتا تو یہ لوگ ایسا نہ کرسکتے۔ پس تم ان کا اور ان کی افترا پردازیوں کا زیادہ خیال نہ کر۔

پھر اللہ تعالیٰ اسی سلسلہ میں آگے فرماتا ہے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ (الانعام : ۱۲۱) کہ شیاطین ایک دوسرے کو وحی کرتے ہیں تا وہ تم سے مجادلہ جاری رکھیں۔

ان دو نو آیات سے ظاہر ہے کہ سچے انبیاء کے مقابلہ پر مخالفین باطل کی اشاعت کرتے ہیں اور اس اشاعت کے لئے وہ ملمع سازی اور افترا پردازی سے کام لیتے ہیں۔ اور ایک سے دوسرا اس کذب بیانی کو نقل کرتا چلا جاتا ہے۔ ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اہلِ حق کے ساتھ اس طرح جھگڑا جاری رہے۔ مخالفین کا یہ وطیرہ ان نبیوں کی صداقت پر خود ایک دلیل ہوتا ہے۔

مجھ سے دریافت کیا گیا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور جماعت احمدیہ اگر حق پر ہیں تو ان کے مخالفین میں مندرجہ بالا وصف ہونا چاہیئے۔ اور اگر ان میں یہ وصف موجود ہے تو اس کی کوئی مثال بھی ہونی چاہیئے۔ میرا جواب یہ ہے کہ مخالفینِ احمدیت کی اس روش کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ابھی تازہ بتازہ مثال عرض کرتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میرزا بشیرالدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہٖ کا ایک رؤیا اور ایک خطبہ جمعہ اخبار الفضل ۸ر اکتوبر ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا ہے۔ رؤیا کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو آسمانی نور کا ایک نظارہ دکھایا گیا اور ساتھ ہی بتایا گیا کہ یہ نور صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ ربہ اور صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور محترم جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے جسم میں گھس گیا ہے۔ خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے مغربی ممالک کی موجودہ حالت کا ذکر کرتے ہوئے پوری قوت سے تبلیغ اسلام کرنے کی تلقین کی ہے۔ اور بتلایا ہے کہ یورپ میں اسلام کی فوقیت اور برتری تسلیم کرنے کا رجحان سرعت سے ترقی پذیر ہے۔

اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اس رؤیا اور اس خطبہ کے متعلق ہمارے مخالفین کس طرح **زخرف القول** بناتے اور اسے ایک دوسرے کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اس سے نہ صرف آپ کو قرآن مجید کے بیان کی تصدیق ہو جائے گی بلکہ احدیت کی صداقت کا بھی یقین ہو جائے گا۔

راولپنڈی کے مودودی اخبار "کوہستان" نے اس رؤیا اور خطبہ پر ایک نوٹ لکھا جسے لائلپور کے مودودی اخبار "المنیر" نے اپنی طرف سے، ان الفاظ کے ساتھ شائع کیا کہ: "ذیل میں معاصر کوہستان کا ایک نوٹ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جس میں ہلکے پھلکے انداز میں خلیفہ قادیان کے اس خطبہ پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے جو انہوں نے سفر یورپ سے واپسی پر ربوہ کی مسجد میں دیا ہے"۔

مدیر المنیر نے ان الفاظ کے ساتھ "کوہستان" کا ذیل کا نوٹ شائع کیا ہے :-

"قادیانی فرقے کے امام مرزا بشیر الدین محمود نے یورپ کی سیاحت کے بعد ایک نہایت طویل خطبہ جمعہ دیا ہے جو الفضل کی حالیہ اشاعت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس خطبہ کے عالم اسرار کے ذکر سے پہلے اس اشاعت میں ان کا ایک خواب بھی شائع کیا گیا ہے۔ جو بڑا دلچسپ ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ :-

"میں نے زیورچ میں ایک خواب دیکھا کہ میں ایک پارک کے سامنے کھڑا ہوں۔ آسمان سے ایک نور اترا اور وہ سب سے پہلے میرے لڑکے ناصر احمد کے وجود میں گھس گیا۔ اسکے بعد میرے لڑکے مرزا مبارک کے وجود میں داخل ہو گیا۔ میں نے کہا کہ کاش! عزیزم مظفر احمد بھی میرے لڑکے مبارک کا ہاتھ پکڑ لیتے تو وہ بھی اس نور سے مستفید ہوتے۔ چنانچہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ عزیزم مظفر احمد نے مرزا مبارک کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ نور خداوندی ان کے وجود میں بھی داخل ہو گیا اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے تینوں کو مستفید فرمایا۔"

اسکے بعد مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ :-

"میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت دیرینہ ہے کہ میں جو کچھ سوچتا ہوں وہ خواب بن کر مجھے دکھائی دے جاتا ہے"۔ (المنیر ۱۱ر نومبر ۱۹۵۵ء)

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ ازراہ مہربانی الفضل ۸ر اکتوبر ۱۹۵۵ء سے اصل رؤیا ملاحظہ فرمائیں تو انہیں نظر آ جائیگا کہ اس کا جو خلاصہ ان بزعم خود "صالحین" نے دیا ہے وہ غلط ہے۔ اس میں "مرزا مبارک" کا نام تک موجود نہیں ہے۔ پھر جو یہ لکھا ہے کہ :-

"اسکے بعد مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت دیرینہ ہے کہ میں جو کچھ سوچتا ہوں وہ خواب بن کر مجھے دکھائی دے جاتا ہے"۔

یہ عبارت تو سرے سے ہی رؤیا کے بیان میں موجود نہیں۔ بلکہ سارے اخبار میں کسی جگہ بھی یہ عبارت نہیں پائی جاتی۔ یہ صرف **زخرف القول** نہیں بلکہ **ما یفترون** کی عملی تفسیر ہے۔ ہم مولانا مودودی کے ساتھیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اخبار الفضل کے اس پرچہ سے یہ فقرات نکال کر دکھائیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ محض ان "صالحین" کی اپنی اختراع ہے۔ الفضل ۸ر اکتوبر کے خطبہ میں جو بات لکھی ہے وہ صرف یہ ہے کہ :-

"اللہ تعالیٰ کی میرے ساتھ یہ سنت ہے کہ اگر کسی سوال کا جواب مجھے نہ آتا ہو تو ادھر سوال کرنیوالا سوال کرتا ہے اور ادھر بجلی کی طرح میرے دل میں اس کا جواب آ جاتا ہے"۔

خدا ترس ناظرین غور فرمائیں کہ اس بیان میں اور المنیر و کوہستان کے اختراع میں کتنا فرق ہے۔ کہاں یہ بات کہ اللہ تعالیٰ مخالفین کے سوال کا جواب میرے دل میں ڈال دیتا ہے اور کہاں یہ خیال کہ میں

جو کچھ سوچتا ہوں وہ خواب بن کر مجھے دکھائی دے جاتا ہے۔ ع

شَتَّانَ بَیْنَ مُشْرِقٍ وَ مُغَرِّبٍ

جہاں تک خوابوں کا معاملہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ اپنے ایک اور خطبہ میں فرما چکے ہیں کہ:۔

"عام طور پر مجھے کسی خیال کے اثر کے نیچے رؤیا نہیں ہوتا بلکہ بعض دفعہ تو میں کسی امر کے متعلق کئی دن تک سوچتا رہتا ہوں اور پھر بھی مجھے کوئی رؤیا دکھائی نہیں دیتا۔" (الفضل ۱۴ر نومبر ۵۵ء)

پس "کوہستان" اور "المنیر" کا یہ افترا اہل ایمان کیلئے قرآنی صداقت کو واضح کرنے کے لئے ایک تازہ مثال ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ منکرین حدیث کے ہفت روزہ طلوع اسلام نے چاہا کہ لیوحون الیٰ اولیاۂھم لیجادلوکم کے مطابق میں کیوں نہ جدال کی صورت پیدا کروں اور المنیر کے افترا کی اشاعت میں کیوں نہ حصہ وافر لوں۔ چنانچہ طلوع اسلام نے حدیث نبوی کفیٰ بالمرء کذبًا ان یحدث بکل ما سمع کی عملی تصدیق کرتے ہوئے "الہامی خواب" کا عنوان قائم کیا اور اپنے فسوقیانہ اور مبتذلانہ انداز میں عام معاندین انبیاء کے طریق پر ایک طویل نوٹ شائع کیا جسے ہم اپنے مخالفین کے طرز استدلال اور انداز صحافت کے ظاہر کرنے کے لئے بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ مدیر طلوع اسلام لکھتے ہیں

"ہمارے ہاں قادیانی فرقہ بھی خیر سے بڑا دلچسپ واقع ہوا ہے اور آپ مانیں یا نہ مانیں ہم تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کا دورِ حاضر کے انسان پر بڑا احسان ہے۔ آج جبکہ حالت یہ ہو چکی ہے کہ انسان مختلف قسم کی مشکلات اور مصائب سے گھبرایا رہتا ہے ان کا لٹریچر اس تھکے ماندے انسان کیلئے بڑی عمدہ تفریح کا سامان پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ان کے امام مرزا بشیر الدین محمود صاحب یورپ کی سیاحت کے بعد واپس تشریف لائے ہیں انہوں نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"میں نے زیورچ میں ایک خواب دیکھا کہ میں ایک بارک کے سامنے کھڑا ہوں۔ آسمان سے ایک نور اترا اور وہ سب سے پہلے میرے لڑکے ناصر احمد کے وجود میں گھس گیا اسکے بعد میرے لڑکے مرزا مبارک کے وجود میں داخل ہو گیا۔ میں نے کہا کہ کاش! عزیزم مظفر احمد میرے لڑکے مبارک کا ہاتھ پکڑ لیتے تو وہ بھی اس نور سے مستفید ہوتے۔ چنانچہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ عزیزم مظفر احمد نے مرزا مبارک کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ خداوندی نور اُنکے وجود میں بھی داخل ہو گیا اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے تینوں کو مستفید فرمایا۔"

ارباب بصیرت سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہوگی کہ یہ خواب در اصل آئندہ خلافت کی بنیادوں کو استوار کرنے اور اس مسند کو اپنے ہی گھرانے میں محدود رکھنے کی غماز ہے لیکن اس کا دلچسپ حصہ وہ ہے جو اس کے بعد آتا ہے اور جس میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت دیرینہ ہے کہ میں جو کچھ سوچتا ہوں وہ خواب بنا کر مجھے دکھا دیا جاتا ہے۔" (بحوالہ المنیر مورخہ ۱۰ر۱۱ر۵۵)

حضرت مرزا صاحب کو غالباً اس کا علم نہیں۔ کہ خوابوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یہ سنت دیرینہ انہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ جانوروں تک کو بھی اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ چنانچہ پنجابی کا یہ محاورہ مرزا صاحب نے ضرور سنا ہوگا کہ "بلی کو چھیچھڑوں کے خواب نظر آتے ہیں" یعنی جو کچھ وہ سوچتی رہتی ہے وہی کچھ خواب بن کر سامنے آجاتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے معتقدین تو اس پر بھی جھومیں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کو الہامات کے ذریعہ آنیوالی باتوں کا خواب دکھا دیتا ہے۔ لیکن

خوابوں کے متعلق علم تجزیہ نفس کے ماہرین کی تحقیقات جن لوگوں کے سامنے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ انسان کی وہ آرزوئیں جو اس کے دل میں مچلتی ہیں اور پھر حسرت بن کر اس کے تحت الشعور میں جا چھپتی ہیں وہی پھر خواب بن کر اس کے قلبِ مضطرب کے لئے وجہ فریب بنتی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آجکل مرزا صاحب کے دل پر اپنی جانشینی کا مسئلہ اس درجہ حاوی ہے اور مرزا مظفر اللہ خان صاحب کا کانٹا ایسا پہلو خراش واقع ہوا ہے کہ وہ ہر وقت اسی خیال میں ڈوبے رہتے ہیں اور یہی خیالات خواب بن کر ان کے سامنے آتے ہیں۔ اسی کا نام ان کی لاہوتی زبان میں "اللہ تعالیٰ کی سنت دیرینہ" ہے جسے وہ اپنے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ خود فریبی یا ابلہ فریبی کی اس سے نمایاں مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟" (طلوع اسلام ۱۹ نومبر ۱۹۵۵ء)

ہمیں یقین ہے کہ مدیر طلوع اسلام کو جب یہ علم ہوگا کہ جن الفاظ کی بنا پر انہوں نے یہ استہزاء اور ٹھٹھا کیا ہے اور اس قسم کے بازاری انداز کو اختیار کیا ہے وہ الفاظ حضرت امام جماعت احمدیہ کے رؤیا یا خطبہ میں موجود نہیں ہیں بلکہ وہ الفاظ تو کوہستان اور المنبر ایسے "صالحین" کا افترا ہیں تو مدیر طلوع اسلام دل میں سخت شرمندہ ہونگے۔ کاش! انہیں توبہ کرنیکی توفیق مل جائے۔

ہم مدیر طلوع اسلام کو بھی چیلنج کرتے ہیں کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے رؤیا یا خطبہ سے یہ الفاظ نکال کر دکھائیں۔ مگر وہ کبھی اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے۔

آج سے کچھ عرصہ پیشتر ہم نے جماعت اسلامی کے سراپا غرور ایڈیٹروں اور طلوع اسلام کے "ہمچو من دیگرے نیست" کے مدعی مدیر کو چیلنج کیا تھا کہ انہوں نے ہمارا اللہ کو مدعی نبوت کہہ کر غلط بیانی کی ہے وہ اس کا ثبوت پیش کریں کہ ہمارا اللہ نے دعویٰ نبوت کیا ہے؟ آج تک جماعت اسلامی والے اور طلوع اسلام والے اس چیلنج کا بھی کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اب ہم آج یہ دوسرا چیلنج بھی دونوں گروہوں کو دیتے ہیں کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے رؤیا یا خطبہ سے یہ الفاظ نکال کر دکھائیں کہ:-

"میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ سنتِ دیرینہ ہے کہ
میں جو کچھ سوچتا ہوں وہ خواب بنا کر مجھے دکھا دیا جاتا ہے"

لیکن اگر وہ یہ الفاظ نہ دکھا سکیں اور ہرگز نہ دکھا سکیں گے تو انہیں اپنی افترا پردازی پر شرمندہ ہونا چاہیئے اور آئندہ کیلئے اس مکروہ طریق سے اجتناب اختیار کرنا چاہیئے۔

جو لوگ پوچھتے ہیں کہ آیت قرآنی ان الشیٰطین لیوحون الیٰ اولیائھم لیجادلوکم کا کیا ثبوت ہے اور نیز شیاطین الانس والجن کے یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا کی مثال کہاں ہے؟ میں انکے سامنے مندرجہ بالا تازہ مثال رکھتا ہوں۔ کیا اب بھی کسی کو قرآنی بیان کی سچائی پر شبہ کی گنجائش ہے؟

طلوع اسلام کو اس رؤیا میں "آئندہ خلافت کی بنیادوں کو استوار کرنے" کی سکیم نظر آتی ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ سلسلہ احمدیہ میں منہاجِ نبوت کے مطابق خلافت شخصی وراثت سے نہیں ہے بلکہ جماعت کے مشورہ اور انتخاب سے خلیفہ منتخب ہوتا ہے اور زیادہ متقی اور بزرگ تر انسان کو چنا جاتا ہے۔ یہ انتخاب خدائی تائید سے ہوتا ہے۔ ہم لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے اور وہی خلیفہ بناتا ہے اور اسکی تائید فرماتا ہے۔ وہ اب بھی اور آئندہ بھی جماعت کی حفاظت فرمائیگا اور اپنے فضل سے دشمنوں کو ناکام کریگا۔ طلوع اسلام کے تشذر سے یہ ضرور مترشح ہوتا ہے کہ وہ آیت قرآنی یتربصون بکم الدوائر کا مصداق ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جماعت احمدیہ کا شیرازہ درہم برہم ہو جائے اور انکی تنظیم میں ابتری واقع ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسکی یہ باطل امیدیں کبھی پوری نہ ہونگی اور ان شاء اللہ جماعت احمدیہ اپنے امام ہمام اطال اللہ بقاءہ وایدہ بنصرہ کی قیادت میں لمبے عرصہ تک کامرانی کے ساتھ تبلیغ اسلام کرتی رہیگی اور آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے نظامِ خلافت کی پابندی کرتی ہوئی اسلام کے جھنڈے کو بلند سے بلند تر کرتی چلی جائے گی۔ دشمن اور بدخواہ نامراد ہونگے اور خدا کی باتیں پوری ہو کر رہیں گی۔ وما علینا الا البلاغ المبین +

اسلام ایک مشہور مستشرق کی نگاہ میں

اشاعتِ اسلام کو تلوار کا رہینِ منت قرار دینا بے بنیاد و غیر معقول ہے!

[ہم ذیل میں مشہور مستشرق مسٹر سٹینلے لین پول کے انگریزی مقالہ "Islam" کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ اس مقالہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مغربی ذہن کس نقطۂ نظر سے اسلام کو دیکھتا ہے۔ نیز یہ کہ محققین، پادریوں کے دیرینہ اعتراضات کی خود تردید کر رہے ہیں۔ یہ ترجمہ محترم میاں مسعود احمد صاحب دہلوی نے کیا ہے ——— (ایڈیٹر)]

بہت سے لوگوں نے اِن سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی ہے ——— کیا وجہ ہے کہ اسلام کو دنیا میں بڑی تیزی کے ساتھ فتح نصیب ہوئی اور ہوئی بھی مکمل؟ محمدؐ کے مذہب کو لکھو کھہا انسانوں نے آخر کیوں قبول کیا؟ اور پھر بعد میں جنہوں نے اس سے ارتداد اختیار کیا بھی ان کی تعداد چند سو سے زیادہ کیوں نہ بڑھ سکی؟ آخر ایسا کیوں ہے کہ ہر اُس مسلمان کے مقابلے میں جو عیسائیت قبول کرتا ہے کم و بیش ایک ہزار عیسائی اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں؟ کیا سبب ہے کہ آج کے دن تک کروڑوں کروڑ انسان اسلام کا دم بھرتے چلے آ رہے ہیں؟ محمدؐ کے مذہب کو آغاز کار ہی جو بڑھ چڑھ کر کامیابی نصیب ہوئی بعض لوگوں نے اسے تلوار کی طرف منسوب کرنے اور اس طرح اس گتھی کو حل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ایسے لوگ کارلائل کے مختصر سے جواب کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ اس نے لکھا تھا "پہلے اپنے لئے تلوار حاصل کرو۔" مطلب یہ تھا پہلے تم لوگوں کے دلوں پر فتح حاصل کرو گے تبھی وہ تمہاری خاطر اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے پر آمادہ ہونگے۔ سو ظاہر ہے کہ اسلام کے ابتدائی فاتحین کو پہلے مسلمان بنایا گیا اور اس کے بعد ہی وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنیوالے بنے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ اس مذہب کی اخلاقی کم مائگی اور مادی آسائشوں والی جنت جس کی یہ مذہب امید دلاتا ہے اس کے پیروؤں میں جذبہ و جوش پیدا کرنے کا کچھ کم ذریعہ نہیں ہیں۔ اگر اس استدلال کو پورے طور پر تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ کہنا کہ ایسی ایسی وجوہات ہمارے جیسے لاکھوں متلاشیانِ حق کے دل جیت سکتی ہیں انسانیت پر ایک بہت بڑا اتہام ہے۔ آج تک کوئی مذہب بھی جنسی آزادیوں اور بھڑکیلے وعدوں کے بل بوتے پر ہمیشہ ہمیش کے لئے لوگوں کے دلوں پر اپنی حکمرانی کا سکہ نہیں بٹھا سکا ہے۔

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ اپنی فتح اور کامیابی کی اصل وجہ اسلام خود تھا۔ محمدؐ خدا کی وحدانیت یا توحید کا ایک ایسا نظریہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ جو مشرقی دنیا کے وسیع ترحصے کو اپیل کئے بغیر نہ رہ سکا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اسیری کے تلخ تجربات کے بعد باقی ماندہ یہودیوں کا صرف ایک حصہ ایسا تھا جو ایک خدا کی پرستش کا قائل ہوا تھا۔ اور جہاں تک عیسائیت

کا تعلق ہے وہ تو اس بارے میں مشرق میں کامیاب ہو ہی نہیں سکی۔ برخلاف اس کے عرب، شام، ایران، مصر، شمالی افریقہ اور جنوبی سپین نے پہلے ہی ہلّہ میں نہ صرف یہ کہ اسلام کو قبول کر لیا بلکہ اسپین کے سوا باقی کہیں بھی اسلام کے پاؤں ایک دفعہ جمنے کے بعد پھر اکھڑے نہیں۔ اسپین کو چھوڑ کر ان میں سے کوئی ایک ملک بھی تو ایسا نہیں کہ جو اسلام اور اسکے عقائد کو قبول کرنے کے بعد کسی اور مذہب کی آغوش میں چلا گیا ہو۔ بلکہ ہوا یہ کہ ہندوستان، چین اور ترکستان میں بھی اس نے قدم بڑھائے اور بے شمار لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنایا۔ الغرض اسلامی فتوحات کے پہلے ہلّے کی کامیابی کے لئے جو گوناگوں وجوہات پیش کی جاتی ہیں اگر انہیں درست تسلیم کر بھی لیا جائے پھر بھی جہاں تک اسلام کے باقی رہنے اور آج کے دن تک قائم چلے آنے کا سوال ہے اس کو حل کرنے میں ان وجوہات سے قطعاً کوئی مدد نہیں ملتی۔ اس مذہب میں بذاتِ خود کوئی تو ایسی خوبی ہے کہ جس کی بدولت ایک دفعہ کامیاب ہونے کے بعد یہ زندہ رہا اور اس قدر پھلا پھولا کہ آج کے دم تک روئے زمین پر بسنے والے انسانوں میں سے کثیر حصہ کے دلوں پر اس کی حکمرانی قائم و دائم چلی آ رہی ہے۔

مذہب کے متعلق یورپی نظریات رکھنے والے دماغوں کو ہمیشہ ہی یہ امر سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے کہ اسلام میں اہلِ مشرق کے لئے ایسی کیا جاذبیت ہے کہ ان میں سے اکثر اس کا شیدا ہوئے بغیر نہیں رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو اس میں کہ ——— "اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں" ——— ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جو دل پر اثر کر سکے۔ بایں ہمہ یہ حقیقت ہے کہ یہی عقیدہ بعض انسانی قلوب میں ایسا جوش اور ولولہ پیدا کرنے کا موجب ہوا ہے کہ آج تک کوئی دوسرا عقیدہ اس پر سبقت نہیں لے جا سکا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام میں ایسے فدائی بھی گذرے ہیں جنہوں نے دین کی راہ میں اپنی جانیں نچھاور کیں۔ ایسے مسلمانوں کی بھی کمی نہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنے آپ کو جوکھوں میں ڈالا۔ پھر ایسے صوفی منش بھی ملتے ہیں کہ جنہوں نے انقطاع الی اللہ کا ایسا نمونہ دکھایا کہ مادی زندگی کی بڑی سے بڑی کشش بھی ان پر کوئی اثر نہ کر سکی اور انہوں نے باطنی ایمان و ایقان کی خاطر اس حال میں موت قبول کی کہ اُن کے چہروں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ یہ کہنا بے سود ہے کہ اس کا جواب جنت کی لازوال مسرتوں میں مضمر ہے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ گذشتہ زمانے میں جس نے بھی اسلام یا عیسائیت کے نام پر دل سے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس نے محض جنت کی خواہش میں اپنی جان نہیں گنوائی۔ اور اگر ایسا ہوا بھی تو یہ ماننا پڑے گا کہ کسی مذہب کے وعدوں کے بارے میں اُس وقت ہی یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ پہلے انسان کو خود اس مذہب پر دلی ایمان نصیب ہو جائے۔ یقیناً اسلام میں وہ قوت موجود ہو گی جو انسانی قلب میں ایمان کا جوہر پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے اس کے بعد ہی وہ اپنے ماننے والوں میں جنت کی ایسی محبت پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔

میرے نزدیک تو محمدؐ نے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے اسے صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس عقیدے نے لوگوں پر جو اثر ڈالا ہم اس کا بھی صحیح اندازہ نہیں لگا سکے۔ اسلام کے خدا کو عام طور پر ایک بے رحم اور سفاک ہستی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو انسانیت کے ساتھ اسی طرح کھیلتی ہے جس طرح شطرنج کا کھلاڑی شطرنج کے خاکے پر مہروں سے کھیلتا ہے۔ گویا خدا مہروں کی بے دریغ قربانی کا لحاظ کئے بغیر شطرنج کی بازی لگاتا اور کھیل کھیلتا ہے۔ دیکھا جائے تو اسلام میں ایک باپ کے مقابلے میں جو اپنے بچوں پر رحم کرتا ہے ایک کمہار کے تصور کو زیادہ اہمیت ہے جو مٹی کو برتنوں کی شکل میں ڈھالتا ہے۔ محمدؐ نے خدا کی ہستی کا جو تصور قائم کیا وہ سامی النسل لوگوں کی فکری نہج کے عین مطابق تھا۔ محمدؐ کا

خدا ہمہ قدرت و ہمہ قوت ہے، وہ علام الغیوب ہے اور سب سے بڑھ کر انصاف کرنے والا ہے۔

ایک ایسی قوت جس کا مقابلہ ہی نہ کیا جا سکے۔ ذاتِ باری کی وہ پہلی صفت ہے جو محمدؐ کے ذہن میں آتی ہے۔ وہ تمام جہانوں کا مالک ہے، آسمان و زمین اسی کی ایجاد ہیں، زندگی اور موت کا سلسلہ اسی نے قائم کیا ہے، غلبہ و حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے، دن اسی کے حکم سے طلوع ہوتا ہے اور اسی کے حکم سے رات دن کو اپنی تاریکی میں چھپاتی ہے، وہ ہمہ قدرت ذوالعرش العظیم ہے، بادلوں کی کڑک اس کی اکملیت کا اعلان کرتی ہے، کرۂ ارض اس کے نزدیک مٹھی بھر خاک سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور آسمان سمٹ کر اس کی داہنی ہاتھ کی ہتھیلی میں سما سکتے ہیں۔ قوت و قدرت کے ساتھ ساتھ اس کے علم کی بھی کوئی انتہا نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ قوت صحیح ترین مقاصد میں صرف ہوتی ہے۔ خدا حکیم ہے، انصاف کرنے والا ہے، سرتاسر حق ہے، سریع الحساب ہے، ہر شخص سے جو ذرہ برابر بھی نیکی یا برائی سرزد ہوتی ہے اسے وہ خوب جانتا ہے، وہ حق پر قائم رہنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

> "اللہ ہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ ہے اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کے ہاں سفارش کر سکتا ہے؟ جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ اس کو جانتا ہے۔ اس کے علم میں سے بجز اس کے جس کا وہ ارادہ کرے، وہ کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ ان کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی اور وہ اونچی شان اور عظمت والا ہے۔" (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۵)

اسلام کا پیش کردہ خدا محض قوت و طاقت کا ہی خزانہ نہیں ہے بلکہ رحم اور فضل و کرم بھی اس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس کی قدرت کے ساتھ رحم کی صفت لازم ملزوم کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ اپنے بندوں پر نگہبان ہے، یتیموں کا ملجا و ماویٰ ہے۔ غلط کاروں کو ہدایت دینے والا اور اپنے بندوں کا نجات دہندہ ہے، بھلائی اور خیر و برکت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سب کا آقا ہے اور آقا بھی ایسا کہ جو بے انتہا مہربان اور سخی ہے، وہ دعاؤں کو سنتا ہے اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ قرآن کی ہر سورت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے "اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے" محمدؐ لوگوں کو یہی وعظ کرتے تھے اور اس امر کی تلقین کرتے میں کبھی نہیں تھکتے تھے کہ اللہ بے انتہا معاف کرنے والا ہے اس کی محبت کے آگے ماں کی ممتا بھی ہیچ ہے۔

بسا اوقات یہ امر نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ قرآن میں خدا کی محبت اور بار بار رحم کرنے کی صفت کا بہت ذکر آتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ محمدؐ کی تعلیم کی تمام تر بنیاد صرف انہی صفاتِ الٰہی پر نہیں ہے۔ خدا کے قادرِ مطلق ہونے کا عقیدہ محمدؐ کے ذہن میں سب سے زیادہ مستحضر رہتا تھا۔ اور یہی وہ عقیدہ ہے جس نے ہر دور میں مسلمانوں کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ محض محبت کو نہیں بلکہ خشیتِ الٰہی کو اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ امر بحث سے بالا ہے کہ محبت اور خشیت میں سے نیکی کی طرف میلان بڑھانے کی صلاحیت کس میں زیادہ ہے۔ تاہم یہ ایک یقینی امر ہے کہ محض محبت کا نظریہ اسلام قبول کرنے والی اقوام کے نزدیک بہت حد تک اجنبیت کا حامل ہے۔ ایسے عقیدے کی تلقین سامی النسل لوگوں کے طبعی رجحان کے متعلق غلط اندازہ لگانے کے مترادف ہوتی۔

المختصر محمدؐ کے مذہب کا بنیادی عقیدہ ایک ہمہ قدرت وہمہ قوت خدا پر ایمان لاتا ہے۔ اسلام نام ہے اس چیز کا کہ ہر شخص خدا کی مرضی اور اُس کی مشیت کے آگے گردن جھکا دے۔ اس ضمن میں ایک امر اور قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ کہ محمدؐ نے یہ تو تعلیم دی کہ خدا کو آئندہ کا بھی سب علم ہے لیکن انہوں نے تقدیر کے مسئلہ پر زور نہیں دیا۔ یہ امر محمدؐ کو پسند ہی نہ تھا کہ تقدیر کے مسئلہ پر کوئی بحث کی جائے۔ اگر اس مسئلہ پر اُن کے سامنے لوگ کبھی بحث کرتے تو وہ ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ ایک دفعہ انہوں نے کہا تقدیر کے بارے میں جھگڑنے والے کے پاس مت بیٹھو اور نہ ہی اس سے بحث کرو۔ محمدؐ کو ارادے کی آزادی اور انسانی زندگی میں اس کی گنجائش کا پورا احساس تھا یعنی اُس آزادی کا جو انسانی زندگی کو کُلی طور پر مشینی حیثیت اختیار کرنے سے روکتی ہے۔

یہ عقیدہ کہ اس دنیا کی خالق و مالک ایک قادرِ مطلق ہستی ہے جس کی مرضی کے سامنے سر جھکانا ہر انسان کا فرضِ اولین ہے، اسلام میں نقطۂ مرکزی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وہ صداقت تھی جس کے لئے محمدؐ نے اپنی زندگی وقف کئے رکھی۔ اس کی خاطر انہوں نے دُکھ اُٹھائے مصیبتوں پر مصیبتیں جھیلیں۔ اور بالآخر فتحیاب ہوئے لیکن یہ کوئی نئی تعلیم نہیں تھی۔ اس کے یکسر نئے نہ ہونے کا انہوں نے خود بھی بارہا ذکر کیا۔ فرق صرف یہ تھا کہ محمدؐ کی شریعت آخری شریعت قرار دی گئی اور یہ امر واضح کیا گیا کہ بہت سے پیغمبر مثلاً ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ وغیرہ بھی یہی تعلیم لے کر آئے تھے لیکن دُنیا نے اُن کے پیغام پر کان نہ دھرا۔ بالآخر خدا نے محمدؐ کو دنیا میں بھیجا۔ وہ انبیاءِ ماسبق سے مادری شکل میں نہیں بلکہ خود انہی کی طرح ایک پیغمبر اور نبی کی حیثیت سے مبعوث ہوئے لیکن ان کا آنا آخری اور سب سے افضل نبی کے طور پر تھا۔ وہ آئے اور اس شان سے آئے کہ تمام نبیوں کی نسبت اور مخلوقِ خدا میں سے بہترین وجود قرار پائے۔ اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ "محمدؐ خدا کے رسول ہیں"۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ اس عقیدے کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ "محمدؐ ہی خدا کے رسول ہیں"۔ دیکھا جائے تو اس بارے میں دوسرے مذاہب کی نسبت اسلام میں بہت زیادہ رواداری پائی جاتی ہے۔ اسلام کے عقیدے کی رُو سے اس کا رسول ہی ایک ایسی ہستی نہیں ہے کہ جسے اللہ تعالےٰ نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے اور نہ اس کی لائی ہوئی تعلیم ہی آسمانی تعلیم ہے کہ جس کے سوا کبھی کوئی سچی تعلیم دُنیا میں نازل نہیں ہوئی۔ خدا نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے پہلے بھی بعض رسول بھیجے تھے اور انہوں نے بھی وہی تعلیم دی تھی جو بانیٔ اسلام نے دُنیا کے سامنے پیش کی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان محمدؐ کے بعد دوسرے درجے پر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا بھی اسی طرح احترام کرتے ہیں۔ ان کا [illegible] صرف یہ ہے کہ محمدؐ خدائے واحد کے آخری اور افضل ترین پیغمبر ہیں + (باقی)

ایک خط

عزیز محمد سعید صاحب پسر حضرت مولوی صدر الدین صاحب مرحوم لکھتے ہیں:-

مکرمی مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری ایڈیٹر الفرقان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نہایت افسوس سے آپکو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپکے رسالہ کے خریدار اور عاشقِ قرآن وحدیث مولوی صدر الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت مونگ ۴ اکتوبر کی درمیانی شب کو فوت ہوگئے ہیں۔ مرحوم قرآن و حدیث کے عاشق تھے اور ان سے بیحد محبت کرتے تھے۔ احمدیت کے شیدائی تھے۔ انہوں نے اوائل خلافتِ اولیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی بیعت کی تھی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی تھی اسوقت آپ لاہور میں مولوی فاضل کی کلاس میں پڑھتے تھے۔ آپنے اکثر ملازمت کوہاٹ میں کی اور مسجد کوہاٹ کے بانی آپ ہی تھے۔ آپ نے اس کو بنانے کے لئے تمام صوبے کا دَورہ کیا اور مسجد کو مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ آپ کو غریقِ رحمت کرے +

اسلامی سلطنت کے شاندار دور میں مسلمانوں کا رویہ

لاہور کے انگریزی رسالہ اقبال "Iqbal" میں کرسٹوفر ڈاسن کی کتاب "Medieval Essays" پر عمدہ ریویو شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ اس کتاب کا ایک عمدہ اقتباس بھی ریویو میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ عمدہ مضمون ہماری اسلامی ریاست پاکستان کے لئے ایک مشعل راہ ہے

(ایڈیٹر)

کرسٹوفر ڈاسن رومن کیتھولک مؤرخ کا سکہ آج یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں جاری ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ کچھ باتیں ڈاسن صاحب کی قلم سے مسلمانوں اور اسلامی تاریخ کے حق میں بھی نکلی ہیں۔

چنانچہ اپنے ایک مضمون میں کرسٹوفر ڈاسن نے لکھا ہے کہ:۔

"قرونِ وسطیٰ میں اسلامی تعلیمات، اسلامی علوم و فنون اور اسلامی طرز زندگی کا جو اثر یورپ کے رگ و ریشہ پر پڑا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یہ اثر گیارھویں صدی عیسوی میں نمایاں ہوا۔ اس وقت اگر کوئی شخص بغیر کسی تعصب کو دل میں لئے تمام اُن ممالک میں سے گزر جاتا جو بحیرۂ روم کے کنارے کنارے واقع ہیں تو معلوم نہ کر سکتا کہ وہ یورپ میں ہے یا اسلامی ممالک کی سیر کر رہا ہے۔ اس وقت کے عام کلچر اور طرز تمدن میں عجیب قسم کی ہم آہنگی تھی۔ جسے آج کے اکثر مؤرخ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ علی الخصوص وہ مؤرخ جو قومی یا نسلی یا ملکی تعصب میں گرفتار ہیں۔ ہاں ایسے مؤرخ بھی ہیں جو اپنی نظر بالا رکھتے ہیں اور قومی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ انسانی نقطۂ نظر سے تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں وہ مغرب کی مخصوص تہذیب یا مغرب کے مخصوص تمدن کے قائل نہیں۔ اور کم از کم قرونِ وسطیٰ میں انہیں مغرب و مشرق میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اُس زمانے میں بحیرۂ روم کی حدود پر تین طاقتیں حکمران تھیں بلقان اور ایشیائے کوچک میں بیزنطینی سلطنت تھی۔ افریقہ اور شام وغیرہ میں فاطمی خلفاء اسلام تھے اور مغرب بعید میں ہسپانوی خلفاء اسلام۔ اس طویل و عریض علاقے کے تین بڑے مرکز تھے۔ (۱) قسطنطنیہ۔ (۲) قاہرۂ قدیمہ اور (۳) قرطبیہ۔ ان کی ظاہری شان و شوکت میں کچھ فرق نہ تھا۔ تینوں شہر ایک ہی تہذیب اور ایک ہی دُنیا کے ٹکڑے یا مرکز معلوم ہوتے تھے۔ اس دنیا کو ہم دنیائے مغرب یا دنیائے روم کہہ سکتے تھے۔ اس دنیا کا اپنا کلچر تھا۔ اور یہ کلچر قومی، ملکی اور نسلی تعصبات سے بالا تھا۔ کوئی شخص قسطنطنیہ سے قاہرہ تک اور ایشیائے کوچک کے شہر حلب سے قرطبیہ تک چلا جاتا۔ اسے ہر شہر اور ہر قصبے میں یکساں طرز تعمیر، بازاروں کی

یکساں رونق نظر آتی ہے - وہی پبلک حمام، وہی باغات، وہی سبزہ زار اور انکے رکھ رکھاؤ کے متعلق وہی ذوق نظر آتا - وہی چھوٹی بڑی صنعتیں اور وہی آرائش کے طریق - اگر اُس وقت کا سیاح شاہی محلوں کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتا تو اس میں بھی اُسے کوئی فرق نظر نہ آتا - اُن سب میں وہی ٹیپ ٹاپ، وہی پہرہ دار، وہی غلام، وہی خواجہ سرا، وہی نظم و نسق، وہی معیار اور طریقِ تعمیر - تاکہ اس وقت قومیت سے زیادہ مذہب کو اہمیت حاصل تھی لیکن باوجود اس کے کم از کم اسلامی علاقوں میں مذہبی تفریق کی وجہ سے انسانی تعلقات میں کوئی تفریق پیدا نہ کی جاتی - فاطمی خلیفہ عبد العزیز کی بھتیجی بیوی ایک عیسائی خاتون تھی - اس خاتون کے دو بھائی اسکندریہ اور یروشلم کے بشپ تھے - ایک عیسائی مسمی عیسیٰ ابن نسطوریس اسی خلیفہ کا وزیر اعظم تھا - سپین کے مشہور خلیفہ عبد الرحمٰن سوم ایک عیسائی شہزادی کے پوتے تھے - ایک اور عیسائی خاتون شاہ نولسے کی بیٹی خلیفہ المنصور کے عقد میں آئی - اہل یہود اسلامی سپین کی آبادی کا معتد بہ حصہ تھے - یہودی اہلکار اور یہودی افسر حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے - مشہور یہودی طبیب حسدی بن شبروٹ (۹۴۰ء تا ۹۷۰ء) کو عبد الرحمٰن سوم کے دربار میں بڑا اعزاز حاصل تھا -

بارھویں صدی میں غرناطہ کا گورنر مشہور یہودی وزیر سموئیل ابن نگدیلہ تھا -

اُس وقت دنیا کے اس حصّے کا کلچر قریباً ہر تعصب سے پاک تھا اور یہ سب کچھ مسلمان یہودی اور عیسائی علماء کے باہمی تعاون کا نتیجہ تھا - یہ ضرور تھا کہ اس علمی اور تمدنی دور کی روح اور اس کی جان ایک زبان کی ممنونِ احسان تھی اور وہ عربی زبان تھی - اور قیادت اس دور کی بلاشبہ اسلام اور مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی - اس دور کے مشاہیر کو کون نہیں جانتا؟ ابن سینا، البیرونی، ابن ہشام، ابن یونس، ابن حزم اور ابن جبریل بہت مشہور ہیں - ان سب کی زبان (کم از کم تحریر و تقریر کی زبان) عربی تھی - اور یہ سب مسلمان تھے سوائے ابن جبریل کے جو یہودی تھا "

قارئین غور کریں کہ حکومتی کاموں اور علمی تحقیقات میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے تعاون کی یہ مثالیں آج پہلی مرتبہ کرسٹوفر ڈاسن کی زبان سے نہیں سُنی گئیں - ان کا تذکرہ اوروں نے بھی کیا ہے - ان میں وہ مثالیں بھی شامل کی جا سکتی ہیں جو تاریخ ہند سے ہمیں ملتی ہیں - آج ان مثالوں کا تذکرہ بے معنی اور بے فائدہ نہیں - کیونکہ ان مثالوں کو آج کا مسلمان خصوصاً آج کا مولوی بار بار بھول جاتا ہے - آج ان کو یاد رکھنا اور بھی ضروری ہے - کیونکہ آج پاکستان میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی جا رہی ہے - کلچر میں، سیاست میں، علمی تحقیق میں، تمدن میں، مذہبی تفریق آج سے پہلے کسی تفریق کا باعث نہیں بنی پھر آج کیوں؟

کرسٹوفر ڈاسن نے اچھا کیا - اس تاریخی حیثیت کو ایک دفعہ پھر اُجاگر کر دیا - (ایم - اے)

(رسالہ اقبال لاہور)

بقایا داران!
اپنے بقایا جات جلد ادا فرما کر ادارہ سے تعاون فرمائیں
(مینجر)

مذہبی عدالتیں

(مکرم جناب چوہدری احمد الدین صاحب پلیڈر - گجرات)

اِن دنوں قریباً تمام جمہوری ملکوں میں جہاں متعدد مذاہب کے پیرو آباد ہیں تمام رعایا کے لئے چاہے ان کا تعلق اکثریت سے ہو چاہے اقلیت سے ایک ہی قانون فوجداری نافذ ہے کیونکہ جرائم کا انسداد حکومت کے فرائض میں سے ہے۔ اور سب رعایا کے لئے قانون کا یکساں ہونا ضروری ہے ورنہ انتظام میں خلل آجاتا ہے اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جاتا ہے اور امن قائم نہیں رہتا۔ اگرچہ جرم کے وقوع سے شخص متضرر کو ذاتی نقصان پہنچتا ہے اور دیگر اشخاص ذاتی طور پر اس سے متاثر نہیں ہوتے۔ اور اگر شخص متضرر مجرم سے اپنے نقصان جان و مال کا معاوضہ لیکر اس کو سزا دلانے سے درگزر کرے تو دیگر افرادِ رعایا کو بظاہر کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ لیکن اگر شدید جرائم کے وقوع پذیر ہونیکی صورت میں بھی حکومت شخص متضرر کی مرضی پر چھوڑ دے اور مجرم کو قرار واقعی سزا نہ دے تو آئندہ جرائم کا انسداد اور دوسروں کیلئے عبرت نہیں ہوتی اور ملک کا امن خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ شدید جرائم کی صورت میں حکومت خود مدعی بنکر مجرمین کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔

بعض مہذب ممالک مثلاً انگلینڈ میں کئی دفعہ مدبرین نے یہ سوال اٹھایا کہ قاتل کو موت کی سزا دینے سے ایک اور فردِ رعایا مارا جاتا ہے جس سے نہ تو مقتول کے وارثوں کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ پبلک کو۔ بلکہ اگر قاتل زندہ رہے تو اس کی ہستی سے کئی قسم کے فوائد ملک اور قوم کو پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے بچے تعلیم و تربیت اور فنِ دستکاری و ہنر سے محروم نہیں رہتے اور ناداری اور افلاس کی ذلت سے بچ جاتے ہیں۔

آخر بحث و تمحیص کے بعد قصاص کو برقرار رکھنا مناسب سمجھا گیا اور قرار پایا کہ اگرچہ قاتل کے نابود کرنے سے ملک کو نقصان پہنچتا ہے لیکن موت کی سزا دینے سے آئندہ قتل و غارت جیسے ہولناک جرائم کی بندش ہو جاتی ہے۔ اور کئی گرانمایہ جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں اور فتنہ و فساد کا سدِّباب ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے کیا حکیمانہ انداز میں دانشمندوں کو نصیحت کی ہے۔ ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب (۲/۱۵۰) کہ اے عقلمندو! قصاص سے تم کو زندگی حاصل ہوگی۔

جیسا کہ مہذب جمہوری ممالک میں قانون فوجداری تمام طبقاتِ رعایا کے لئے یکساں رہا ہے اسی طرح قانون کو استعمال میں لانیوالے مجسٹریٹ بھی ایک ہی رہے ہیں لیکن بعض ملکوں میں دیوانی قسم کے تنازعات کے تصفیہ کیلئے رعایا کے مختلف مذاہب کے پیرؤوں کیلئے الگ الگ عدالتیں مقرر رہی ہیں۔ مثلاً مصر میں یہودیوں کیلئے الگ، عیسائیوں کیلئے الگ، اور مسلمانوں کیلئے الگ عدالتہائے دیوانی مقرر تھیں۔ مگر ۲۱ ستمبر ۱۹۵۵ء کو حکومتِ مصر نے تمام مذہبی عدالتوں کو موقوف کر دیا ہے اور تمام مذاہب کے پیرؤوں کے دیوانی قسم کے مقدمات دیوانی عدالتوں کے سپرد کر دیئے ہیں۔

یہاں ہندوستان میں جہاں ہندو، بدھسٹ، جینی، پارسی، یہودی، عیسائی اور مسلمان آباد تھے عیسائی انگریزی حکومت نے فوجداری قانون تمام ملک کیلئے ایک ہی رکھا۔ اور مجسٹریٹ بھی ایک ہی رہے۔ اگرچہ آغازِ عملداری میں علماءِ اسلام کی شہادت پر

شرعی مسائل کا فیصلہ ہوتا تھا۔ لیکن جب ہائی کورٹوں کے بہم فیصلہ جات سے جو پوری تحقیقات اور چھان بین کے بعد کیئے گئے شریعت کے عام اور اہم مسائل جن کا تعلق تمدن اور ازدواجی امور سے تھا حل ہو گئے اور کیس لا (قانون مبنی بر فیصلہ جات) تیار ہو گیا تو عدالہائے عالیہ نے صریح طور پر قرار دیا کہ جن مسائلِ شرعیہ کے متعلق جوڈیشل فیصلہ جات ہائی کورٹوں نے کر دیئے ہیں۔ ان کی نسبت فقہ اور حدیث وغیرہ کے حوالہ جات اور شہادت میں علماء کی رائے پر لحاظ نہیں کیا جائیگا اور فیصلہ جات کا حوالہ ہی کافی ہوگا۔ لیکن جو امور بذریعہ فیصلہ جات طے نہیں ہوتے یا ان کے متعلق انتہائی تحقیقات نہیں ہوئی ان کی نسبت اب بھی ججانِ ہائی کورٹ اصل شرعی کتب اور علماء کی آراء پر فیصلہ کرتے ہیں۔ اصل کتب فقہ مثل ہدایہ و سراجیہ و شریفیہ وغیرہ سے جن کے ترجمے انگریزی میں ہو گئے تھے اور کیس لاء سے اصول وضع کر کے ماہرین قانون مثل سید امیر علی جج پریوی کونسل، ملاں جج پریوی کونسل، ولسن، طیب جی جج ہائی کورٹ اور دیگر قانون پیشہ اہل علم نے کتابیں لکھیں اور قانون مسائلِ شرعیہ مکمل طور پر مدون ہو گیا جس پر اب تک عدالتیں عمل پیرا ہیں۔

پہلے زمانوں میں علم کا اتنا وسیع ذخیرہ نہیں تھا اور نہ اُن زمانوں میں اتنے مقدمات ہوتے تھے جتنے اِن زمانوں ہوتے ہیں اسلئے بہت سے ایسے مسائل لاینحل رہ گئے تھے جن پر تنقیدی فیصلے ہونے ضروری تھے۔ ایسے مسائل پر اس زمانہ کے ججوں نے غیر معمولی قابلیت کے وکلاء کی مدد سے اور نایاب کتب کے مطالعہ سے ضخیم فیصلے لکھے ہیں جو معیاری طور پر راہنمائی کرتے ہیں۔ اسلئے اب پاکستان میں اصل شرعی کتب کے دیکھنے کی بہت کم ضرورت رہ گئی ہے۔ موجودہ عدالتوں کے ججوں اور وکلاء کے امتحانوں میں ایسا نصابِ تعلیم رکھا گیا ہے جو اعلیٰ پایہ کی کتب متعلقہ مسائلِ شرعیہ اور کیس لاء پر مشتمل ہے۔ اور ایسے فاضل قانون پیشہ اصحاب پیدا ہو گئے ہیں جو مسائل متعلقہ کی تحقیق و تدقیق میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور اُن کے سامنے پُرانی طرز کے علماء جو موجودہ علوم میں مہارت اور دسترس نہیں رکھتے کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ شرعی مسائل جن کا تعلق روزمرہ کے تنازعات سے ہے بہت تھوڑے ہیں جو ذیل میں ناظرین کی واقفیت کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) مسائل متعلقہ نکاح (۲) مسائل متعلقہ طلاق (۳) مسائل متعلقہ اولاد حلال و حرام (۴) مسائل متعلقہ بلوغت۔ (۵) مسائل متعلقہ ولایت نابالغان (۶) مسائل متعلقہ انتقالات بذریعہ ہبہ و بیع و رہن و وصیت و تبادلہ وغیرہ (۷) مسائل متعلقہ اوقاف (۸) مسائل متعلقہ وراثت۔

اِن مسائل پر قریباً سو سال کے عرصہ میں جو انگریزی حکومت ہند کا زمانہ ہے جیسا کہ اُوپر ظاہر ہوا علوم کے ماہر ججوں نے مفصل فیصلہ جات نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھے ہیں اسلئے اب پاکستان میں مسلمانوں کیلئے علیحدہ شرعی عدالتوں کی جو بوجہ ججوں اور عملہ متعلقہ کی تنخواہوں اور تعمیرات کے لئے بہت سے اخراجات درکار ہیں ضرورت نہیں ہے اور موجودہ عدالہائے دیوانی جو تمام مذاہب کے پیروؤں کے تنازعات کا فیصلہ کرتی ہیں کافی ہیں۔ اہلِ مصر کی مثال سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھانا چاہیئے جو خواہ مخواہ غریب رعایا کی زیرباری کا موجب ہو۔ اگر مذہبی عدالتوں کے قیام کو ضروری خیال کیا جائے تو ہندوؤں، جینیوں، بدھ مذہب کے پیروؤں، پارسیوں، یہودیوں اور عیسائیوں کا جو پاکستان کی رعایا ہونے کی حیثیت سے حکومت کے واجب الاداء ٹیکس مسلمانوں کی طرح ادا کر رہے ہیں یہ مطالبہ جائز ہوگا کہ اُن کی علیحدہ مذہبی عدالتیں ہونی چاہئیں۔ اور عورتوں کا مطالبہ کہ موجودہ مَردوں کی عدالتیں ان کے مقدمات کا فیصلہ انصاف سے نہیں کرتیں ان کے مقدمات کا فیصلہ علیحدہ عدالتیں کریں بجا ہوگا۔ اور پھر مسلمانوں کے کئی فرقے مثلاً

حنفی، اہل حدیث اور اہل شیعہ ہیں جو ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی اپنی مذہبی عدالت کے مطالبہ میں حق بجانب ہوں گے۔ یہ سب مطالبات پاکستان کی جمہوری گورنمنٹ پورے نہیں کر سکتی۔ پاکستان پر ہی کیا منحصر ہے، اور بھی کوئی جمہوری حکومت ایسے مطالبات کے پورا کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لئے تمام مہذب جمہوری حکومتوں میں تمام رعایا کے لئے ایک ہی دیوانی عدالت ہے۔

اب پاکستان کا آئین تیار ہو رہا ہے حزب مخالف شرعی عدالتوں کا نعرہ پبلک کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے لگا سکتا ہے۔ اور چونکہ قانون ساز اسمبلی کے سب ممبر قانون کے ماہر نہیں ہیں اور عدالتوں کے فیصلہ جات پڑھنے کا موقع نہیں پاتے اس لئے ممکن ہے کہ کثرت رائے مذہبی عدالتوں کے تقرر پر ہو جائے۔ اسلئے ضروری ہے کہ ماہرین قانونِ شریعت حقیقتِ حال کو منکشف کردیں تاکہ اسمبلی کوئی ایسا غلط فیصلہ نہ کر دے جو رعایا کے نقصان اور جوڈیشل مشکلات کے پیدا ہونے پر منتج ہو۔ جس کا حل دشوار ہو اور بے جا اخراجات کا بارِ گراں پبلک کی پریشانی کا باعث ہو۔ شرعی مسائل کے فیصلہ کے لئے ایسے ججوں اور وکیلوں کی ضرورت ہے جو ان مسائل کے عالم ہوں۔ اور یہ ضرورت اس طرح بآسانی پوری ہو سکتی ہے کہ جج اور وکالت کے امتحانات میں ایسے کورس رکھے جائیں جن کو پڑھ کر امیدواران امتحان ان مسائل کے ماہر ہو جائیں اور ان کے فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ موجودہ کورس بھی اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور ان میں تمام مذاہب کے پیروؤں کے مذہبی مسائل کے متعلق کتبِ قانونی موجود ہیں اور مزید معلومات کیلئے زائد کورس رکھے جا سکتے ہیں۔ بہرحال یہ مطالبہ صحیح نہیں ہے کہ شرعی عدالتیں الگ ہوں۔ اِس سے بہت سی زیر باری کے علاوہ دوسری اُلجھنیں بھی پیدا ہوں گی۔

دو ضروری نوٹ

(۱) رسالہ "خدام الدین" لاہور ۲۱ر اکتوبر ۱۹۵۵ء لکھتا ہے :- "انجیل میں بھی نبوت کی کوئی صاف اور واضح تصویر نہیں پائی جاتی ہے۔ ورنہ یہ نہ کہا جاتا کہ مجھ سے پہلے جو آئے وہ چور اور ڈاکو تھے۔" گویا انجیل میں سابق انبیاء کے لئے معاذ اللہ "چور" اور "ڈاکو" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا مدیر محترم نے یہ عبارت محض الزامِ خصم نقل کی ہے یا ؟

(۲) رسالہ "طلوع اسلام" کراچی ۱۹ر نومبر ۱۹۵۵ء لکھتا ہے :-

"قرآن کی رو سے پارٹی بازی شرک ہے۔ لہٰذا جب تک ہم اس عملی شرک کے مرتکب رہیں گے پاکستان میں نظامِ اسلامی کی ترویج کا دعویٰ نہ محض صریح منافقت ہوگا بلکہ اس سلسلہ کی تمام تر کوششیں اکارت جائینگی۔"

ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اِن حالات میں "طلوع اسلام" نے اس شرک کے مٹانے کے لئے کیا کیا ہے۔ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی سُنّت اقوامِ عالم کے بارے میں کیا ہے ؟ کیا جب یہود پر ایسا دَور آیا تھا تو کسی انجمن یا رسالہ کی سوسائٹی نے اس کی اصلاح کی تھی یا اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا ؟ اندریں حالات اب مثیلِ مسیح کا انکار کیوں ہے ؟

القصيدة
في مدح القرآن المجيد

(من: الأستاذ الفاضل عزيز الرحمن المحترم منگلا ضلع سرگودھا)

ذراني من ذكرى سعاد وزينبا ومن مدح آراء طوين السباسبا
ومن ندب أطلال اللوى والمحصب ومن ركب أحصنة وسطر الكتائبا
فلم أتشبب حينما كنت يافعا فهل أصبون كهلا عن الرشد ناكبا
كلام إله العالمين عشيقتي رضينا به حبا تركنا الرغائبا
جمال الهدى تنوير مهجة مسلم تخذناه بدرا والجماهير غاربا
قلائد فرقان تود لحسنها قلوب الأعادي أن تكون ترائبا
فمن مذهبي حب القرآن لحسنه ترى في الدنى للعاشقين مذاهبا
أنظر إلى الألفاظ كيف توشحت وغص في معانيها تجد من غرائبا
فانظر إلى التفصيل كيف تمكنت كرد إلى الإجمال حزت المآربا
يخاصم أقواما بسيف الدلائل يسوس بأحكام تواخي الأجانبا
فطورا بأمثال القرون يذكر وأخرى يعد لأهل تقوى المناقبا
عين الصفا كم قد روى من زلاله وفودا لعل كم قد سقى من قواربا
بدر الدجى كم قد هدى من مظالم قمر الهدى كم قد نجى من غياهبا
فلو قوبلت كتب العصور بجنبه فتراه بدرا حوله من كواكبا
أناجيل عيسى قد عفت آثارها ويا خيبة الويدات صارت أحاديا
بزغت على أفق المذاهب شمسنا فأمست شموس الأولين غواربا

عليك سلام الله يا مهبط الهدى
على شاهد منك وصحبك راتبا

آرامی زبان سے تورات کا براہ راست نیا ترجمہ

امریکہ میں سریانی زبان کے زبان دان یہ ترجمہ کر رہے ہیں !

{ ہم ذیل میں امریکن حکومت کے عربی رسالہ "مجلۃ الاخبار" جلد ۲۳ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۵۵ء سے ایڈیٹوریل نوٹ کا ترجمہ درج کرتے ہیں ——— (ایڈیٹر) }

آجکل واشنگٹن میں ایک سریانی عالم جو بہت سی قدیم زبانوں خصوصاً آرامی اور سریانی کے ماہر ہیں مقیم ہیں۔ ان کا نام جارج لمزا ہے۔ یہ کردستان کے علاقہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ آرامی زبان کے سکھانے میں انہیں ید طولیٰ حاصل ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کے متعلق بہت ہی اہم تحقیقات کی ہے۔ اس تحقیقات سے اہل مغرب کی معلومات میں بہت وسعت پیدا ہوگئی ہے اور ثقافتی اور دینی طور پر بہت سے نئے پہلو ان کے سامنے کھل گئے ہیں۔ ان کے قابل تعریف کاموں میں سے ایک ان کا وہ ترجمہ ہے جو انہوں نے پرانے عہدنامہ کا کیا ہے۔ یہ ترجمہ گیارہ سال کی پیہم محنت کا نتیجہ ہے۔ عنقریب یہ ترجمہ امریکہ اور دیگر بلدان میں شائع ہو جائے گا۔

جناب جارج لمزا امریکی شہریت حاصل کرنے کے بعد امریکہ کے باشندے بن چکے ہیں۔ انہیں آرامی زبان کے پرانے آثار سے عہدجدید کا ترجمہ کرنے کی وجہ سے خاص شہرت حاصل ہو چکی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیحؑ اور آپ کے شاگرد اپنے زمانہ میں یہی قدیمی آرامی زبان بولا کرتے تھے۔ جناب جارج لمزا چونکہ آرامی زبان کے اصولوں سے خوب واقف ہیں اسلئے انہیں یہ موقع مل گیا ہے کہ وہ پرانے مفسرین اور شارحین کی ان غلطیوں کو دور کر سکیں۔ اور بعض مبہم نصوص کی وضاحت کر سکیں جو نسلاً بعد نسلٍ آج تک نقل کرنے والے غلط طور پر یا مبہم رنگ میں نقل کرتے آئے ہیں۔

آرامی زبان کے اس ماہر عالم نے جس سب سے اہم قدیم اثر پر اپنے ترجمہ کی بنیاد رکھی ہے وہ کتاب مقدس کا سریانی زبان کا وہ پرانا نسخہ ہے جو سولہ سو برس سے زیادہ عرصہ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ وہی نسخہ ہے جسے علمی حلقوں میں مخطوطات یونان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ نسخہ اس وقت واشنگٹن کی کانگرس کی لائبریری میں موجود ہے۔ گزشتہ ماہ اپریل میں اس نسخہ کو مدت تک نمائش میں پیش کیا گیا تاکہ سب لوگ اس کو دیکھ سکیں۔

الاستاذ جارج لمزا شمالی عراق کے کردی علاقہ کے باشندہ ہیں اور ان کی اصلی زبان آرامی ہے۔ ایران کے مدرسہ اور معبد میں انہوں نے تعلیم حاصل کی جو بشپ آف کنٹربری کے زیر نگرانی جاری ہے۔ انہوں نے ۱۹۰۷ء میں اس مدرسہ سے میٹرک پاس کیا اور بعد ازاں ترکی میں انگریزی کالج میں داخل ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں امریکہ آئے اور نیویارک کے ایک پریس میں کام شروع کیا۔ انگریزی زبان کی تحصیل امریکہ کے شبینہ مدارس میں جاری رکھی۔ واشنگٹن سے کچھ میل کے فاصلہ پر ورجینیا میں ایک مدرسۃ اللاہوت میں ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۱ء تک تعلیم پاتے رہے۔ انہوں نے ۱۹۲۳ء میں امریکن شہریت حاصل کی اور اسی وقت سے بشپ آف کنٹربری کے زیر نگرانی امریکہ کے اشوری مشن میں بطور سیکرٹری کام کر رہے ہیں۔ انہوں

اپنی تمام تر توجہ اور سارا وقت تورات کے ترجمہ اور دیگر ادبی لٹریچر کے مطالعہ کے لئے وقف کر رکھا ہے۔

استاذ جارج لمزا آج کل امریکہ کے علمی حلقوں میں تعریف کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے شرق ادنیٰ کی ثقافت پر تبصرہ کر کے اور اپنی علمی مساعی کے نتیجہ میں ہر جگہ تعریف حاصل کر لی ہے۔ وہ الجمعیۃ الامریکیۃ الشرقیۃ اور الجمعیۃ الامریکیۃ الجغرافیۃ اور آرٹ کی شاہی کونسل لندن میں اہم رکن کی حیثیت سے شامل ہیں۔ ان کا علمی شغف بہت زیادہ ہے۔ ان کی تصنیفات میں خاص طور پر قابلِ ذکر مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:۔

(۱) مسرشرق الادنیٰ ۱۹۲۲ء

(۲) المسیحیو: القدامی ۱۹۲۶ء

(۳) مفتاح الانجیل الاصیل ۱۹۳۱ء

(۴) قریبی یسوع المسیح ۱۹۳۲ء

(۵) الاناجیل الاربعۃ من الارامیۃ ۱۹۳۳ء

(۶) نور الانجیل ۱۹۳۶ء

(۷) حکمۃ الاسر ۱۹۳۹ء

(۸) اصول العہد الجدید الحدیثۃ ۱۹۴۷ء"

(رسالہ مجلۃ الاتحاد ۱۸ راگست ۱۹۵۵ء)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ آج تک کتاب مقدس کا صحیح ترجمہ دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اگر یہ نظریہ تسلیم کر لیا جائے کہ در اصل کتاب مقدس سریانی یا آرامی زبان میں پہلے پہل لکھی گئی تھی تب بھی یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ آج تک اصل نسخے کا صحیح ترجمہ دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ اسی وجہ سے پرانے شارحین اور مفسرین نے جو غلط باتیں اپنی تفسیروں میں درج کر دی تھیں بعد کے مفسر انہی کو لیکر کے نقیر بن کر نقل کرتے چلے گئے ہیں۔ اب جیسا کہ مندرجہ بالا نوٹ سے ظاہر ہے یہ توقع کی جاتی ہے کہ الاستاذ جارج لمزا کے ترجمہ کے شائع ہونے پر ان غلطیوں کی اصلاح ہو سکے گی۔ ہمیں امید ہے کہ اس ترجمہ کی اشاعت سے عیسائی دنیا کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو سکیں گی ◆

(بقیہ شذرات از صفحہ ۲۴)

وہ مذہب تبدیل نہیں کر سکتا اسی طرح ہم ہندو کے متعلق بھی کہتے ہیں) تو فرمائیے کہ اسوقت آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

یاد رکھیئے کہ اس دین کی رو سے جو خدا کی طرف سے رسول اللہ کو ملا تھا۔ مذہب (دین) کے معاملے میں جبر و اکراہ کی قطعاً اجازت نہیں۔ ہر شخص کو اس کی آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنی دانست میں جس مذہب کو صحیح سمجھے اُسے بطیب خاطر قبول کر لے۔ اس اصول کا مسلم اور غیر مسلم سب پر یکساں طور پر اطلاق ہوتا ہے"

(طلوعِ اسلام ۱۹ر نومبر ۱۹۵۵ء)

الفرقان:۔ کیا مولانا مودودی صاحب اس کا جواب دیں گے؟

ہمیں یقین ہے کہ مولانا مودودی صاحب کا نظریہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ اشاعتِ دین اور تبلیغِ اسلام کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا کرنے والا ہے۔

درحقیقت یہ لوگ نہ قرآن مجید پر تدبر کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی روح پر نظر رکھتے ہیں محض سطحی معلومات کی بنا پر ایک غلط نظریہ قائم کر لیتے ہیں اور پھر اس پر ایسے طور پر جم جاتے ہیں کہ اُسے عین اسلام قرار دے لیتے ہیں اور اسلام کو بدنام کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔

ہندو مہاسبھا کے جنرل سیکرٹری کے نظریہ کے پیشِ نظر علماءِ پاکستان کو مودودی صاحب کے نظریہ پر قرآنی روشنی میں غور کرنا چاہیئے ◆

شذرات

(۱) مسلمان کی تعریف کوئی معمّہ نہیں!

اخبار الاعتصام لاہور نے ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۵ء لکھتا ہے:

"ہم آج مسلمانوں کے سامنے ایک معمّہ برائے حل پیش کرتے ہیں جس کے حل پر کوئی فیس نہیں اور صحیح حل پر انعام ہم تو کیا دیں گے خود صحیح حل بصورت "حیات طیبہ" انشاء اللہ دے گا۔ اچھا تو لیجئے۔

ختم نبوت ایجی ٹیشن کی تحقیقاتی کمیٹی کے صدر مسٹر جسٹس منیر نے سنا ہے کہ اپنی رپورٹ میں یہ انکشاف کیا ہے کہ جتنے علماء اس تحقیقات میں شہادت دینے تشریف لائے ہر ایک سے یہ سوال کیا گیا کہ:-

"مسلمان کی تعریف کیا ہے؟"

اس کے جواب میں دو علماء بھی متفق نہ پائے گئے۔ حتیٰ کہ مولوی امین احسن اصلاحی صاحب بھی مسلمان کی تعریف میں اپنے امیر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے متفق نہ نکلے۔

مشاہدات یہ بتا رہے ہیں کہ مسلمان جھوٹ بولے، دھوکا دے، فریب کرے، قتل کرے، چوری کرے، شراب پئے، زنا کرے، غیبت کرے، بہتان اٹھائے، عیب لگائے، اغوا کرے، غداری کرے، نماز نہ پڑھے، روزے نہ رکھے، زکوٰۃ نہ دے، غیر اللہ کو سجدہ کرے۔ غرض یہ کہ جو جی چاہے کرتا پھرے — "نہ ایمان بگڑے نہ اسلام جائے"۔

قرآن عظیم میں اوامر ہیں، نواہی ہیں، حلال ہیں، حرام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کے فرمان ہیں، اخوت اسلامی کے لوازم ہیں، حقوق اور فرائض ہیں۔ مگر ان پر عمل کس کا ہے؟ یہ اتنی ضخیم کتاب ہدایت کیوں نازل ہوئی؟ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اتنی تکالیف اور اتنے مصائب کیوں اٹھائے؟ جس مذہب کے ماننے والے مندرجہ بالا تمام امور کے ارتکاب پر بھی جنت کے مستحق ہیں اس کی مخالفت کی ضرورت کیا تھی؟

آج مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑا معمّہ یہ ہے کہ:-

"اسلام ہے کیا؟"

کیا قرآن مبین اور احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بتایا جائے گا کہ — "اسلام" — کیا ہے؟ اور — "مسلمان" — کی صحیح تعریف کیا ہے؟

بیّنوا۔ توجروا۔"

جن حالات کا ذکر مولانا عبدالغفار الخیری نے اس عبارت میں فرمایا ہے ان کی وجہ سے بے شک "مسلمان کی تعریف" کو علماء نے ایک معمّہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ لیکن اگر قرآن حکیم اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی طرف رجوع کیا جائے تو مومن اور مسلمان کی تعریف ہرگز کوئی معمّہ نہ تھی اور نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (سورۃ بقرہ)

میں بار بار ایمانیات کے ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ تو مسلمان کی حقیقی تعریف ہے جو عند اللہ معتبر ہے۔ دوسری طرف پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عام مسلمان کی تعریف میں واضح طور پر فرمایا ہے "مَن صلّی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذٰلک المسلم الذی لہٗ ذمّۃ اللہ وذمّۃ رسولہ (بخاری کتاب الایمان) اس تعریف کی رُو سے **اُمّت** کا ایک وسیع مفہوم پیدا ہو گیا ہے اور جس شخص میں یہ اُمور پائے جائیں گے وہ اُمّتِ محمدیہ کا فرد ہوگا اور مسلمان کہلائے گا۔ باقی حقیقی اور روحانی طور پر مسلمان بننے کیلئے قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت میں صراحت موجود ہے۔ بتلائیے کہ اس صورت میں مسلمان کی تعریف کو معمہ کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟ باقی رہا مسلمانوں کا شریعت پر عمل پیرا نہ ہونا سو اس کی وجہ یقین کی کمی اور ایمان کی کمزوری ہے۔ جس کے ازالہ کے لئے اللہ تعالےٰ اپنے مامور کے ذریعہ آسمانی نشانات دکھاتا ہے۔

(۲) حقیقی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انجمن خدام الدین لاہور کے ہفت روزہ رسالہ "خدام الدین" میں جو شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے لکھا ہے:۔

(الف) "جدّت پسند ظاہر بین تماشئی لوگ بدعات کے غبار سے سیرت رسول کے مہتاب کو گدھلا کرنا چاہتے ہیں۔ بھلا کون کلمہ گو اور حضورؐ کا نام لیوا مسلمان ہوگا جس کو آپ کے دنیا پر تشریف لانے کی کمال خوشی حاصل نہ ہوگی لیکن وقتی طور پر ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو تماشے، فیشنی اور جذباتی خوشیاں کر کے سارا سال حضورؐ کی سیرت سے رُوگردانی کرنا، کیا اس سے رُوحانیت کا حق ادا ہو جاتا ہے اور کیا حضورؐ کی دنیا میں تشریف آوری کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے؟ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ کہیں یہ میلاد النبی کا تمسخر تو نہیں اور ہم ظاہر داری کے فیشنی اور مصنوعی دعویدار بن کر روحانیت پر ظلم تو نہیں ڈھاتے؟ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهٗ مِنَ السُّنَّةِ (الحدیث)

یعنی جب کبھی کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو اسی قدر سنّت اُٹھالی جاتی ہے جب سے مسلمان ظاہرداری سے عید میلاد النبی کا تہوار منانے لگے ہیں اسی وقت سے ان سے سُنّت پر عمل کرنے کی توفیق سلب کر لی گئی ہے۔ کیونکہ اسلامی تہواروں کا تقرر فقط اللہ اور اسکے رسول کا حق ہے۔"

(ب) "اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں انہیں معلوم تھا کہ مسلمان عید میلاد النبی کا تہوار منائیں گے۔ لہٰذا اس نے حضورؐ کو اسی بارہ ربیع الاوّل کے دن اس جہانِ فانی سے اُٹھا لیا۔ گویا اس دن کی خوشی کے ساتھ غمی بھی مل گئی۔ اے عید میلاد کے جلوس نکالنے والو! تمہیں غمی بھول گئی۔ تم نے ایک پہلو لے لیا اور دوسرا چھوڑ دیا۔ میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھو۔ حقیقت میں یہ نہ خوشی اور نہ غمی کا تہوار ہے بلکہ حضورؐ کی ساری زندگی کی طرح اس میں ہمارے لئے بے شمار سبق ہیں۔ ہم سبق تو حاصل نہیں کرتے صرف جذبات اور رسم کو لئے پھر رہے ہیں۔"

(ج) "ہمیں ہر آن میں زندگی کے ہر شعبے میں، اور نشست و برخاست، جلوت و خلوت، ہر حالت

میں حضور کی سیرت کا نقشہ عملاً سامنے رکھنا چاہیئے۔ بھلا جو شخص عملاً آپؐ کی زندگی سے متفق نہیں اس کو آپ کی دنیا میں تشریف آوری کی کیا خوشی ہو گی۔ بلکہ اگر وہ دعویٰ بھی کرے تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔"

("خدام الدین" لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء)

الفرقان - یہ عبارات مسلمانوں کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ نے ربع صدی ہوئی جب یہ تحریک فرمائی تھی کہ کسی اور دل ہندوؤں، عیسائیوں اور دیگر غیر مسلم اقوام کے عقلمند زعماء کو شامل کر کے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ بیان کیا کریں۔ چنانچہ اس تحریک کے مطابق پاکستان اور تمام عالم میں ایسے جلسے منعقد ہوتے ہیں امید ہے کہ مسلمان اس مبارک تحریک کو اپنائیں گے۔

(۳) کشمیر کانفرنس اور مودودی صاحب

محترم وزیر اعظم چودھری محمد علی صاحب اسی ماہ کے آخری ہفتہ میں کشمیر کانفرنس منعقد کر رہے ہیں۔ اس میں انہوں نے سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کو بھی مدعو کیا ہے۔ اس پر ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ "طلوع اسلام" کراچی نے تبصرہ کیا ہے جسے ہم بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں:-

"اور اسی فہرست میں سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کا نام بھی شامل ہے۔ یہ وہی مودودی صاحب ہیں جنہوں نے ایسے نازک وقت میں کشمیر کے خلاف فتویٰ دیا تھا، جب اس کی کشتی بالکل منجدھار میں تھی۔ اور اس جرم کی پاداش میں حکومت نے انہیں جیل بھیج دیا تھا۔ اس کے بعد فسادات پنجاب کے سلسلہ میں حکومت نے انہیں پہلے موت کی سزا دی جسے بعد میں عمر قید میں تبدیل کیا گیا اور وہ دو سال کی قید کے بعد حال ہی میں باہر آئے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حکومت کے اس سلوک کو (جسے وہ اور ان کے متبعین کھلے بندوں طاغوتی اور شیطانی طرزِ عمل قرار دیتے ہیں) یکسر بھلا دیا اور اسے اپنا منفق و مسانہ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو اسے اس کا یہ فریبِ نفس مبارک ہو لیکن جن لوگوں کو اللہ نے دیکھنے والی آنکھ اور سمجھنے والا دل عطا کیا ہے وہ تو اس فریب میں کبھی مبتلا نہیں ہو سکتے۔" (۱۹ نومبر ۵۵ء)

(۴) صحیح البخاری اور مولانا مودودی کی لغزش

الاعتصام نے روایت کی تھی کہ:-

"۱۵ مئی کو منٹگمری برکت علی ہال میں تقریر کرتے ہوئے مولانا مودودی نے صحیح بخاری کے بارہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے کہ کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ بخاری میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں، وہ ساری کی ساری صحیح ہیں۔"

اسی وقت سے جماعت اہل حدیث اور جماعت اسلامی میں اس پر خوب بحث ہو رہی ہے۔ موجودہ صورت حال جناب مدیر "الاعتصام" کے الفاظ میں یوں ہے کہ:-

"ایک طرف آٹھ مسلمان ہیں جن میں سے دو جماعت اسلامی کے رکن ہیں اور ان کی شہادت مثبت ہے ——— دوسری طرف تنہا مولانا مودودی صاحب جو واقعہ سے منکر ہیں۔ ظاہر ہے کہ مثبت کی حیثیت بہرحال منکر سے زیادہ ہے ——— اور

منکر بھی وہ حق کے انکار کا تجربہ اس سے قبل تین دفعہ ملک کر چکا ہے —— ایک کشمیر کے معاملہ میں —— دوسرے تحریک تحفظِ ختم نبوت کے سلسلہ میں —— تیسرے مولانا احمد علی اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش کے مقدمہ کے باب میں ——!

اور اب یہ چوتھا مسئلہ بخاری کی صحت و استناد کا مسئلہ ہے۔ جس میں انہوں نے کہہ مکرنیوں کی وہی پرانی پوزیشن اختیار کی ہے جو ان کا خاصہ بن چکی ہے۔" (الاعتصام ۸ ار نومبر ۵۵ء)

ہمارے نزدیک بہتر ہے کہ مولانا مودودی صحیح موقف اختیار کریں۔ جب ان سے "جوشِ خطابت" میں لغزش ہو چکی ہے تو اُسے مان کر توبہ کرنی چاہیے اور ہمیشہ کے لئے "کہہ مکرنیوں" کے طریق کو خیر باد کہہ دینا چاہیے۔

(۵) ہندو مہاسبھا کے جنرل سکریٹری کا بیان

اور

مولانا مودودی صاحب سے ایک اہم سوال

اخبار الجمعیۃ دہلی (۲۴ر اکتوبر ۵۵ء) نے یوپی ہندو مہاسبھا کے جنرل سیکرٹری شری وشوا ناتھ اگروال کی تقریر کے الفاظِ ذیل شائع کئے ہیں کہ:-

"ایک فرد جو ہندو گھرانے میں پیدا ہوتا ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں جا سکتا۔ جو مسلمان اور عیسائی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ تبدیلِ مذہب کر چکے۔ اسلئے اب کچھ نہیں ہو سکتا اپنی کم علمی کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہ لوگ مکمل طور پر ہندو ہیں اسلئے ضرورت ہے کہ شدھی کی تحریک چلا کر اس غلط فہمی کو دور کیا جائے۔"

ان الفاظ کو الجمعیۃ سے نقل کرنے کے بعد "طلوعِ اسلام" کراچی نے ایک نہایت معقول سوال اٹھایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"یوپی ہندو مہاسبھا کے جنرل سیکرٹری نے جو کچھ کہا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک ہندو کبھی اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ مذہب تبدیل کرتا ہے تو اپنے آپکو دھوکہ دیتا ہے۔ وہ ہندو کا ہندو ہی رہتا ہے۔ یہ ہے وہ نظریہ جسے الجمعیۃ نے قابلِ اعتراض قرار دیا ہے۔ اس سے ایک ایسا اہم سوال پیدا ہوتا ہے جو ہمارے نزدیک غور و فکر کا محتاج ہے۔ ہمیں یہ بتایا جاتا ہے (اور مودودی صاحب نے تو اس مسئلہ پر ایک پمفلٹ شائع کیا تھا) کہ کسی مسلمان کو تبدیلِ مذہب کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اور اگر وہ اپنا مذہب تبدیل کرے تو وہ واجب القتل ہے۔ ہم نے اس کے جواب میں بصراحت لکھا تھا کہ یہ تصور قرآن کریم کی کھلی ہوئی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور اس کے بعد یہ کہا تھا کہ اگر غیر مذاہب والے بھی یہی روش اختیار کر لیں تو اس سے اسلام کی تبلیغ ہی ختم ہو جائیگی۔

ہم مودودی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر اسلام کا حکم وہ ہے جو انہوں نے بیان کیا ہے (کہ کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتا) تو ہندوستان میں جو نظریہ ہندو پیش کر رہے ہیں ان کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ یہ سوال اسلئے بھی اہم ہو جاتا ہے کہ جو کچھ آج ہندوستان کا ہندو کہہ رہا ہے وہی کچھ کل کو پاکستان کا ہندو بھی کہے گا۔ (کہ جس طرح آپ مسلمان کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ

اے فرزندانِ اسرائیل! میری اس نعمت عظمیٰ کو یاد رکھو جو میں نے تم پر کی تھی۔[1] میں نے تم کو اپنے زمانہ کے لوگوں سے

عَلَى الْعٰلَمِیْنَ[2] ○ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّ

افضل قرار دیا تھا اُس دن کے عذاب سے بچو جب کوئی انسان دوسرے انسان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا اور

لَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ○ وَ

نہ ہی کسی کی طرف سے فدیہ قبول ہوگا، نہ اسے سفارش فائدہ دیگی اور نہ کسی اور طرح سے ان (ظالموں) کی مدد کی جائے گی۔

اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ

وہ وقت یاد رہے جب ابراہیمؑ کے رب نے اسے چند احکام دیکر آزمایا تھا حضرت ابراہیمؑ انہیں پورے طور پر بجا لائے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ○

میں تجھے لوگوں کے لئے امام و پیشوا مقرر کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی کہ میری اولاد میں بھی ایسے ائمہ مقرر کئے جاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

[1] سورہ بقرہ ۵ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اصلاحِ احوال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور ان کو مؤاخذہ کے دن سے ڈرایا تھا۔ بعد ازاں اپنی نعماء اور بنی اسرائیل کی سرکشی اور تمرد کا مسلسل ذکر فرمایا ہے۔ اب اس سلسلہ کو ختم کرتے ہوئے پھر اسی ابتدائی مضمون کو دہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دنیوی طور پر حکومت اور دینی طور پر نبوت تک نعمت سے نوازا تھا مگر انہوں نے قدر نہ کی اور ان نعمتوں کا حق ادا نہ کیا۔

[2] اس جگہ لفظ العٰلمین سے مراد اپنے زمانہ کے لوگ ہیں جیسا کہ حضرت لوطؑ کی قوم کے قول اولم ننھک عن العٰلمین میں ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں۔ قیل اراد عالمی زمانھم وقیل اراد فضلاء زمانھم" کہ بنی اسرائیل کے زمانہ کے لوگ ہی مراد تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس زمانہ کے صاحب فضیلت لوگوں پر بنی اسرائیل کو فضیلت دینے کا ذکر ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ ۵۲

یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کیلئے (برائے حج وعمرہ) لوٹنے کی جگہ اور پُرامن مقام بنایا اور اعلان کر دیا کہ ابراہیمؑ کے مقام کو

اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ ۵۳ وَعَهِدْنَا اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا

نماز گاہ اختیار کرو۔ ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو تاکیدی حکم دیا کہ تم دونو میرے گھر کو

بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ

طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو گے۔ اے لوگو! وہ وقت نہ بھولو

اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

جب ابراہیمؑ نے دعا کی تھی کہ اے میرے رب اس شہر (مکہ معظمہ) کو امن والا بنائیو اور اسکے باشندوں میں سے اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانیوالوں

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ۵۴ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

کو پھلوں کا رزق عطا فرمائیو! اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو کفر کریں گے ان کو بھی تھوڑا فائدہ (یعنی دنیا کی زندگی کا فائدہ)

قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَ

تو ضرور پہنچاؤں گا۔ پھر اسے چاروناچار جہنم میں ڈالوں گا جو بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ وہ قابل یاد ساعت تھی

۵۲ خانہ کعبہ کا مقام امن ہونا اللہ تعالیٰ کی ہستی کی زبردست دلیل ہے۔ اسلام سے پہلے جاہلیت میں بھی یہ مقام امن رہا ہے۔ اس گھر کا قبضہ انہی لوگوں کے پاس رہا ہے جو اس کی عزت و حرمت کے قائل تھے۔

۵۳ "مقام ابراہیم" ظاہری اور باطنی مراد ہے۔ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیمؑ کی جگہ پر نماز پڑھنا بھی مراد ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے مقام اطاعت و انقیاد کو اختیار کرنا بھی مطلوب ہے۔

۵۳ عبادتگاہوں کی تطہیر لازمی چیز ہے۔ مساجد میں عام مکانات سے بڑھ کر صفائی کرنی چاہیئے۔ نیز مساجد کو ہر قسم کے شرک و کفر اور دیگر دنیوی کاموں اور باتوں سے پاک رکھنا چاہیئے۔ مساجد کے آداب میں یہ بات شامل ہے۔

۵۴ نبوت والی دُعا پر اللہ تعالےٰ نے لا ینال عہدی الظّٰلمین فرمایا تھا اسلئے حضرت ابراہیمؑ نے بطور احتیاط مکہ کے بسنے والوں میں سے صرف مومنوں کے رزق کے لئے دُعا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے جواباً بتایا کہ میں رب العالمین ہوں اس لئے روزی تو سب کو ملے گی البتہ کفر کرنے والے روحانی انعامات سے محروم رہیں گے بلکہ مستحق جہنم ہوں گے۔ اس میں ایک خاص اشارہ یہ بھی ہے کہ نشانات کو دیکھنے والے اور نعماء الٰہی سے استفادہ کرنے والے مجرم خاص گرفت کے نیچے آجاتے ہیں۔

اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ[1] رَبَّنَا تَقَبَّلْ

جب اس بیت اللہ کی بنیادیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ استوار کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے جاتے

مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ

تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارا یہ کام منظور فرما تو ہی سُننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے ہمارے خدا! تو ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھیو

لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً[2] لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ

اور ہماری اولاد میں بھی ہمیشہ ایک بڑی اُمت تیری فرمانبردار رہے۔ تو خود ہمیں عبادت کے طریق سکھا دیا اور ہم پر

عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ

رجوع برحمت رہیو　تُو توّاب اور رحیم ہے۔　اے ہمارے رب! تو ہماری ذریت میں اُن میں سے ہی

رَسُوْلًا[3] مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

ایسا عظیم الشان رسول مبعوث فرمائیو جو انہیں تیرے احکام سُنائے اور انہیں شریعت کے قوانین اور ان کی حکمت کی تعلیم دے

وَيُزَكِّيْهِمْ[4] اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ وَمَنْ يَّرْغَبُ

اور انکے نفوس کا تزکیہ کرے　یقیناً تو　عزت و حکمت والا ہے۔　کون ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے مسلک

---

[1] اِس جگہ اُس نظارہ کی یاد تازہ کر دی ہے جب ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کامل اخلاص کے ساتھ بیت اللہ کی دیواریں بنا رہے تھے۔ اِن الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بیت اللہ پہلے سے موجود تھا۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو اس کے آثار اور بنیادوں پر عمارت تعمیر کرنے کا حکم ملا تھا۔

[2] "اُمَّةً مُّسْلِمَةً" سے مراد خدا کے فرمانبردار لوگ ہیں۔ انبیاء کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ دنیا میں خدا کی بادشاہت قائم ہو جائے اور لوگ نیک ہوں۔ ہر نبی اپنی اولاد کے لئے بھی دعائیں کرتا ہے۔ اس میں ایک رنگ سے پیشگوئی ہے کہ نسلِ ابراہیمؑ و نسلِ اسمٰعیلؑ میں صالحین و ابرار کا سلسلہ جاری رہے گا۔

[3] رسول مبعوث کئے جانے کے لئے دُعا کی گئی ہے کیونکہ قوم میں نبوت و رسالت کا ہونا خدا تعالیٰ کی رضامندی پر دلالت کرنے والی نعمت ہے۔ تعجب ہے کہ کچھ لوگ اُمتی نبی کے لئے بھی دُعا کو جائز نہیں سمجھتے اور اس کے ظہور پر اُسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

[4] نبی کا بڑا کام تزکیۂ نفوس ہے۔ یہ کام زندہ معجزات سے ہُوا کرتا ہے جو محض فلسفی اور عالم نہیں کر سکتے اسلئے دائمی طور پر نبیوں کے معجزات کی ضرورت ہے۔

عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ[1] نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ

اور دین سے منہ پھیرے سوائے اس کے جو اپنے آپ کو خود بے وقوف بنائے۔ حضرت ابراہیمؑ کو ہم نے دنیا میں بھی برگزیدہ

فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ

ٹھہرایا ہے۔ اور آخرت میں وہ شایانِ شان درجہ پانے والوں میں ہیں۔ اسوقت کی یاد تازہ کرو

لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَصّٰى[2] بِهَآ

جب اسے اسکے خدا نے اسلام لانے کا حکم دیا تو اس نے جھٹ کہا کہ میں تو رب العالمین کا ہمیشہ سے فرمانبردار ہوں۔ اسی امر کی تاکیدی وصیت

اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ

ابراہیمؑ و یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو کی اور کہا کہ اے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اطاعت کے طریق کو منتخب فرمایا ہے

فَلَا تَمُوْتُنَّ[3] اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ

پس بجز فرمانبردار ہونے کے نہ مرنا۔ کیا تم لوگ اس وقت حاضر تھے جب

حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ

یعقوبؑ کو موت کی گھڑی آئی تھی؟ جب اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے مرنے کے بعد تم کس کی

---

[1] لغت میں سَفِہَ کے معنے بھولنے، ہلاک[1] و برباد کرنے[2] اور ذلیل کرنے[3] کے آتے ہیں۔

"اصل السفه الخفة ومنه زِمَامٌ سَفِيْهٌ"۔ اصل میں یہ مادہ ہلکے پن پر دلالت کے لئے مستعمل ہے۔ زمام سفیہ ہلکی لگام کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کے مسلکِ طاعت کا نتیجہ ظاہر ہے وہ دنیا میں بھی برگزیدہ انبیاء میں سے ہیں اور آخرت میں بھی شایانِ شان مرتبہ پانے والے ہیں۔ اس مسلکِ ابراہیمیؑ کو وہی چھوڑے گا جس کے دماغ میں فتور ہوگا۔

[2] وصیت ہر تاکیدی حکم کو کہتے ہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ وفات کے وقت اپنی اولاد کو توحید اور نیکی و تقویٰ کی وصیت کر جانا سنتِ انبیاء ہے۔

[3] موت انسان کے اختیار میں نہیں اور موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ اس لئے فلا تموتن الا و انتم مسلمون کے یہی معنے ہیں کہ ہر وقت اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا شعار بناؤ اور کبھی بھی جادۂ اسلام سے منحرف نہ ہو۔

مِنْ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ

پرستش کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم تیرے اور تیرے باپ دادوں ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ[1] اور

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

اسحٰقؑ کے واحد و یگانہ خدا کی عبادت کریں گے اور ہمیشہ اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ

یہ گروہ گزر چکا ہے۔ ان کے لئے ان کے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں

وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا

تم سے ان لوگوں کے کاموں کے بارے میں ہرگز نہ پوچھا جائے گا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی

اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۚ

ہو جاؤ تب ہدایت یافتہ بن جاؤ گے۔ کہہ دے کہ بلکہ ابراہیمؑ کے مسلک اور اس کی ملت کی پیروی کرو جو حنیف یعنی ہر قسم کی افراط و

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ

تفریط سے پاک تھا اور مشرکوں میں سے بھی نہ تھا۔ تم کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل

[1] حضرت اسمٰعیلؑ حضرت یعقوبؑ کے چچا پاتا یا ہیں۔ آیت میں انہیں حضرت یعقوبؑ کے آباء میں شامل کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ لفظ اَب کا اطلاق چچا پر بھی ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں آذر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اَب کہا گیا ہے۔ اگر وہ چچا ہوں تب بھی یہ اطلاق درست ہے۔

[2] ہر اُمت اور ہر فرد اپنے ہی اعمال کے لئے جوابدہ ہے اور اسے اپنے ہی اعمال پر فخر کرنے کا حق ہے۔ اس سے مسیحی کفارہ کے عقیدہ کا باطل ہونا واضح ہے۔

[3] حضرت ابراہیمؑ کو حنیفاً قرار دیا گیا ہے۔ یعنی وہ عیسائیوں اور یہودیوں کی افراط و تفریط سے پاک تھے۔ ساتھ ہی وما کان من المشرکین کہہ کر مشرکوں کے دعویٰ کو بھی باطل کر دیا ہے۔

پس یہ تینوں قومیں حضرت ابراہیمؑ کو اپنے مسلک کا حامی قرار دینے میں غلطی پر ہیں ✦

إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ

کیا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور اسباط پر

وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ[1]

نازل ہوا اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا نیز ہم اس پر بھی جو اور سب نبیوں کو ان کے

مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ

رب کی طرف سے ملا ایمان لاتے ہیں ہم ان میں سے کسی کی تفریق نہیں کرتے۔ ہم تو اللہ تعالےٰ کے

مُسْلِمُونَ ○ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ

فرمانبردار ہیں۔ اگر یہ لوگ بھی تمہارے ایمان کی طرح ایمان لے آئیں تو

اهْتَدَوْا[2] ج وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ[3] ج

ہدایت پاجائیں اور اگر یہ پیٹھ پھیرلیں تو یہ شروع سے ہی ذاتی مخالفت میں ہیں۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ج وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ صِبْغَةَ

اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تیرے لئے کافی ہوگا۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے تم خدا کا رنگ

[1] قرآنی اعلان کے مطابق ہر قوم میں نبی گذرے ہیں۔ چند نبیوں کے نام بنام ذکر کے بعد یہ عمومی اعلان بھی ضروری تھا کہ مسلمان جملہ انبیاء پر نازل شدہ شرائع اور احکام کو منجانب اللہ مانتے ہیں۔ نبیوں میں تفریق نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ سب پر بلا استثناء ایمان لایا جائے۔

[2] آسمانی ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیوں کے ذریعہ سے آتی ہے۔ اس لئے ہدایت یافتہ وہی ہو سکتا ہے جو سب نبیوں پر ایمان لاتا ہے۔ اس لئے قوموں یا ملکوں کی تخصیص عبث ہے۔ ہر آسمانی آواز پر لبیک کہنا لازمی ہے۔

[3] اسلام تو تمام مذاہب کے انبیاء کو مانتا ہے۔ اس لئے مسلمان ہوتے وقت کسی سچے نبی کا انکار لازم نہیں آتا۔ بلکہ سب کا اقرار ضروری ہے۔ مگر اس کے برعکس یہودی، عیسائی اور ہندو دھرم والے اپنے اپنے دائرہ کے محدود نبیوں اور رشیوں کو مانتے ہیں سب کو نہیں مانتے اس لئے اختلاف و شقاق کی بنیاد ان کی طرف سے ہے۔ وہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

اللّٰہِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ز وَّنَحْنُ لَہٗ

اختیار کرو۔ بھلا اللہ تعالیٰ سے کس کا رنگ اچھا ہو سکتا ہے۔ ہم تو اللہ کی ہی

عٰبِدُوْنَ ۱؎ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ وَھُوَ رَبُّنَا

عبادت کرنیوالے ہیں۔ اعلان کردے کہ کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ ہمارا اور تمہارا

وَرَبُّکُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ج وَنَحْنُ

وہی رب ہے ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ ہم تو

لَہٗ مُخْلِصُوْنَ ۲؎ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ

اللہ تعالیٰ سے اخلاص کا تعلق رکھتے ہیں کیا تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ

وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ ۳؎ کَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ط

اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولادؑ یہودی یا عیسائی تھے

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ ۴؎ ط وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ

تو کہدے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ اس شخص سے کون زیادہ ظالم ہوگا جو اس گواہی کو

۱؎ خدائی رنگ عبادت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے سچے پرستار اس کے اخلاق سے متصف ہوتے ہیں۔ یہودی، عیسائی یا مسلمان نام سے کچھ نہیں بنتا جب تک انسان صفاتِ الٰہیہ کو اپنے ظرف کے مطابق اپنے اندر نہ لے۔ ونحن لہٗ عٰبدون' میں مسلمان کا مقام بتایا گیا ہے۔

۲؎ عبادت بدونِ اخلاص محض خالی چھلکا ہے۔ جب اخلاص اصل بنیاد ہے تو خدا تعالیٰ کے ہر حکم کی اطاعت لازم ہوگی۔ اپنی مرضی سے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار نہ ہوگا۔

۳؎ لفظ 'الاسباط' اصل میں سِبطٌ کی جمع ہے۔ لغت میں سِبطٌ ولد الولد یعنی پوتے کو کہتے ہیں۔ یہاں پر وہ انبیاء مراد ہیں جو نسلِ یعقوب میں ہوتے رہے ہیں۔

۴؎ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ سب مذاہب کے پیرو اللہ تعالیٰ کو اَعلم مانتے ہیں۔ اس جگہ اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ علمِ الٰہی اور وحی ربانی کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیئے۔

شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

چھپائے جو اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے

تَعْمَلُوْنَ ○ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ [3] ج لَهَا مَا

غافل نہیں ہے ۔ یہ لوگ گزر چکے ہیں ان کے لئے اس کا

كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا

اجر ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے لئے اس کا جو تم نے کیا تم سے ان کے اعمال کے بارے میں

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ١٦ ع ١٦

دریافت نہ کیا جائے گا ۔

---

[1] اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء کی معرفت ان کی قوموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں پیشگوئیاں بتائی تھیں ۔ آپ کے ظہور پر نور سے وہ پوری ہوگئیں ۔ لیکن اہل کتاب یہودی اور عیسائی خاص طور پر ان پیشگوئیوں کو چھپاتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' یہ بڑا ظالمانہ فعل ہے ۔ کیونکہ وہ پیشگوئیاں بہت سے لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوسکتی تھیں ۔ وہ خدائی شہادات ہیں ان کو مخفی رکھنا بہت بڑا جرم ہے ۔

[2] اس جگہ اہل کتاب کے عمومی جرائم کے علاوہ خاص طور پر اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ لوگ عمداً کتمانِ حق سے کام لے رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے غافل نہ ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ ان سے مواخذہ کرے گا ۔

[3] خَلَتْ کے معنے گزر جانے اور فوت ہوجانے کے ہیں ۔ یہی لفظ آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں آیا ہے ۔ پس ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے سب رسول جن میں حضرت مسیحؑ بھی شامل تھے' وفات پاچکے ہیں ۔

عصمتِ انبیاء

انبیاء علیہم السّلام کی زندگی میں خدا تعالیٰ کا زبردست ہاتھ

(محترم جناب چودھری محمد الدین صاحب پلیڈر گجرات)

جب حضرت موسیٰؑ مدین سے مقدس وادیٔ طویٰ میں پہنچے تو خدا تعالیٰ نے ان کو بذریعہ وحی ارشاد فرمایا کہ تُو فرعون کے پاس جا اور اس کو کہہ کہ وہ بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ روانہ کر دے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی کہ مصر کا ایک آدمی میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور فرعون کے درباریوں کا مشورہ تھا کہ وہ مجھے بطور قصاص کے قتل کر دیں۔ اسلئے اگر میں فرعون کے پاس تبلیغ کیلئے جاؤں گا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھے جان سے مار دیں گے۔ نیز میری زبان نہیں چلتی' میرا بھائی ہارون فصیح و بلیغ ہے اس کو اپنی رسالت سے نواز کر میرا معاون بنا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی دُعا منظور فرمائی اور کہا کہ تم دونوں مل کر فرعون کے پاس جاؤ مگر نرمی اور ملائمت سے اس کو سمجھانا۔ تم جان سے نہیں مارے جاؤ گے' مَیں تمہاری حفاظت کروں گا اور تم غالب ہوگے۔ حضرت موسیٰؑ مع اپنے بھائی ہارونؑ کے حسبِ ارشاد خداوندی فرعون کے پاس پہنچے اور اس کو پیغام حق پہنچایا تو اس نے حضرت موسیٰؑ کے کردار پر اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ کہ تُو رسالت کا مدعی بن کر آیا ہے جس نے کئی سال تک ہمارے ہاں پرورش پائی اور پھر ہمارے ایک آدمی کو قتل کر کے بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا کہ آپ نے مدتوں سے میری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنایا ہوا ہے' ان سے آپ لوگ طرح طرح کی خدمات لیتے ہیں اور ان کو عذاب میں گرفتار کر رکھا ہے۔ مَیں نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کو مقتول کے پنجہ سے چھڑانے کیلئے اس کو صرف مُکّا مارا جس سے وہ مر گیا۔ میرا ارادہ قتل کا نہیں تھا۔ اس پر فرعون نے نشان مانگا۔ حضرت موسیٰؑ نے ید بیضا اور عصا کے سانپ دکھائی دینے کا حیرت انگیز نشان دکھایا تو اس کے دل میں خطرہ پیدا ہوگیا کہ ایسا نہ ہو اس کی جماعت بڑھ کر اور قوت حاصل کر کے مجھے مصر کی حکمرانی سے محروم کر دے۔ تب اس نے اپنے وزراء اور درباریوں کے مشورہ سے ملک کے ساحروں کو حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ کے لئے اکٹھا کیا۔ انہوں نے رسیوں اور لاٹھیوں کے سانپ بنائے جو حضرت موسیٰؑ کے عصا کے سانپ نے نگل لئے۔ یہ ماجرا ایسا تھا جس کا سب سے زیادہ اثر خود مقابلہ کرنے والے ساحروں پر ہوا۔ انہوں نے بے دھڑک ہو کر برملا ایک عظیم مجمع کے سامنے حضرت موسیٰؑ کی [illegible] یہ حضرت موسیٰؑ کی فرعون جیسے عظیم المقدرت انسان کے مقابلہ پر بھاری فتح تھی جس سے فرعون کی کمر ٹوٹ گئی۔ وہ اوچھے ہتھیاروں پر آگیا اور غضبناک ہو کر ساحروں کو کہا کہ درپردہ تم سب سحر میں موسیٰؑ کے شاگرد ہو۔ تم نے اس کے معاون ہو کر یہ کھیل کھیلا ہے مَیں تم سب کو سزائیں دوں گا۔ تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر درختوں کے تنوں پر لٹکاؤں گا۔ ساحروں نے صبر سے کام لیا اور کہا کہ جو تمہارا جی چاہے ہمارے ساتھ کرو۔ وہم نے جو نشان پانی دیکھا ہے اس پر اور خدا پر جو ہمارا پروردگار ہے تم کو ترجیح نہیں [illegible]

دے سکتے۔

بعد ازاں حضرت موسیٰؑ نے پے در پے نشان فرعون اور اس کے متبعین کو دکھائے۔ اور کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کر دو۔ مگر فرعون کسی قیمت پر بنی اسرائیل کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ کیونکہ انہیں کی خدمات اور کارکردگی پر اس کے اور اس کے متبعین کے کاروبار چل رہے تھے۔

آخر فرعون نے بھرے دربار میں کہا کہ میں موسیٰؑ کو قتل کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اس کا خدا اس کی مدد کرتا ہے یا نہیں۔ ایک با اثر اور بارسوخ درباری جو درپردہ حضرت موسیٰؑ کو سچا مانتا تھا بول اُٹھا۔ اس نے کہا کہ کیا تم اسلئے موسیٰؑ کو قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ خدا میرا رب ہے۔ اس نے تم کو کھلے کھلے نشان دکھائے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ تمہارا وہی حال نہ ہو جو اگلی تباہ شدہ قوموں مثل ثمود و عاد وغیرہ کا ہوا۔

درباری کی اِس تقریر سے فرعون قتل کے ارادہ سے باز رہا۔ کیونکہ ساحروں کے واقعہ اور اِس تقریر سے اس کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوگیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ انقلاب رونما ہو جائے اور لوگ میری سلطنت کا تختہ اُلٹ دیں۔ ویسے اس کے لئے حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنا کوئی مشکل نہ تھا۔ وہ ان کو ملکی قانون کے مطابق بھی مقتول کے قصاص کے طور پر قتل کر سکتا تھا۔ مگر حضرت موسیٰؑ کے مکالمہ میں نرمی نے اس کو ایسا نہ کرنے دیا۔

جب حضرت موسیٰؑ کو اندیشہ پیدا ہوگیا کہ فرعون اور اس کے پیرو اُن کی ہستی کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں۔ اور بنی اسرائیل کو جن کی رہائی کے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے کسی طرح مخلصی نہیں دینا چاہتے تو وہ رات کے وقت حکم خداوندی کے مطابق بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے روانہ ہوگئے۔ فرعون نے اپنا لاؤ لشکر جمع کرکے ان کا تعاقب کیا۔ جب وہ قریب پہنچ گیا تو حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم پکڑے گئے، اب ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں۔ آگے خوفناک دریائے نیل ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر عظیم ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے نہایت اطمینان سے کہا۔ خدا ہمارے ساتھ ہے وہ ہم کو کوئی راستہ دکھائے گا اور فرعون اور اس کے لشکر سے ہم کو بچا لے گا، جیسا کہ اس کا وعدہ ہے۔

قدرت خداوندی نے یہ کرشمہ دکھایا کہ رات کو زور کی پوربی آندھی چلی جس نے دریا کو سکھا دیا اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گزر گئے۔

(خروج باب ۱۴۔ آیت ۲۲)

جب فرعون کا لشکر عظیم وہاں پہنچا تو آندھی تھم گئی۔ دریا کا پانی پھر اپنی جگہ پر آگیا۔ فرعون معہ اپنے لشکر کے ڈوب کر مرگیا اور حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی جان خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق بچا لی۔ حضرت موسیٰؑ اپنی طبعی موت سے ۱۲۰ سال کی عمر پاکر فوت ہوئے۔ (استثناء ۳۴/۷) حضرت ہارونؑ بھی اپنی طبعی موت سے ۱۲۳ سال کی عمر پاکر فوت ہوئے۔ (گنتی ۳۳/۳۹)

یہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا عظیم الشان نشانِ صداقت تھا کہ اُن کو خدا نے وعدہ کے مطابق فرعون جیسے ظالم اور مقتدر بادشاہ کے پنجے سے بچایا اور بنی اسرائیل کو ان کی بدولت غلامی سے نجات ملی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل تھے جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ آپ کا منصب بہت بلند اور ذمہ داری کا تھا۔ آپ کو تمام دنیا کے اکابرین کے خلاف وعظ کرنا تھا جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ آپ کو اشد ترین مخالفوں سے پالا پڑتا۔ اسلئے خداوند عالم نے آپ کو خاص طور پر فرمایا کہ تبلیغ رسالت میں کوتاہی نہ کرنا مخالفت کی آندھیاں آئیں گی۔ لوگ تم کو مٹانے کی کوشش کریں گے۔

اور ہر طرح سے تمہارا مقابلہ کریں گے مگر وہ سب اپنے ارادوں میں ناکام رہیں گے۔ تمہاری جان محفوظ رہے گی اور تم کامیاب رہو گے۔ بے شک اعلان کر دو کہ خدا مجھے مخالفوں سے محفوظ رکھے گا اور وہ مجھے قتل نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (۵/۱۰)

اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم اس الزام کے مورد ہو گے کہ تم نے خدا کا پیغام اہلِ دنیا کو نہیں پہنچایا۔ تم لوگوں کی مخالفت سے مت ڈرو۔ خدا تمہاری جان کو لوگوں سے بچا لے گا۔ وہ تم کو ہلاک نہیں کر سکیں گے۔"

جب آپ نے تبلیغ شروع کی تو آپ کے خلاف مکہ کے اکابر مثل ابوجہل و ابوسفیان وغیرہ کھڑے ہو گئے۔ پہلے تو انہوں نے سمجھانے کی کوشش کی کہ تبلیغِ رسالت سے باز رہو اور ہمارے معاشرہ میں خلل اندازی نہ کرو اور ہمارے بتوں کے خلاف وعظ نہ کرو۔ مگر آپ نے اُن سب کو یہی جواب دیا کہ مَیں خدا کا رسول ہوں۔ اس کی توحید دنیا میں قائم کرنے اور شرک کے مٹانے کے لئے آیا ہوں۔ مَیں اس کی رسالت کے کام میں کوتاہی نہیں کر سکتا۔ اس پر سب لوگ آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ آپ کو اور آپ کے متبعین کو طرح طرح سے ستانے اور دکھ دینے لگے۔ آپ کی ہدایت کے مطابق مسلمانوں کی ایک جماعت حبشہ میں جہاں کا بادشاہ نجاشی نام ایک عادل اور نیک کردار عیسائی تھا، ہجرت کر کے چلی گئی۔ مخالفین نے اُن کا وہاں بھی تعاقب کیا اور جا کر بادشاہ کے کان بھرے کہ یہ لوگ آپ کے مسیحؑ اور مریمؑ صدیقہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اس پر نجاشی نے دونوں فریقوں کو دربار میں بُلا کر اُن کی باتیں سُنیں۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفر طیارؓ نے جو مہاجرین میں شامل تھے قرآن مجید کی سورۂ مریم پڑھ کر سُنائی تو نجاشی اور اس کے درباری سُن کر بہت متاثر ہوئے۔ اُن پر رقّت طاری ہو گئی۔ انہوں نے مسلمانوں کی دلجوئی کی۔ اس پر مخالفین شرمسار ہو کر واپس ہوئے۔ یہ پہلی شکست تھی جو مخالفین کو قلیل التعداد مسلمانوں کے مقابلہ پر اُٹھانی پڑی۔ اس پر مخالفین کو فکر پیدا ہوئی کہ یہ جماعت ترقی کر کے ہماری ہستی کو مٹا دیگی۔ اسلئے انہوں نے مل کر صلاح کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا ملک بدر کر دیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ
(۸/۳۱)

"اُس وقت کو یاد کرو جبکہ کفار یہ مشورہ کر رہے تھے کہ تجھ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔"

آخر یہی صلاح ٹھہری کہ آپ کو قتل کر کے قصہ ختم کر دیں۔ اس پر آنحضرتؐ کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے وطنِ عزیز کو خیرباد کہہ دیں۔ آپ معہ اپنے جاں نثار دوست حضرت ابوبکرؓ کے غارِ ثور میں جا چھپے۔ کفار کھوج لگا کر عین غار کے سرے پر پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ سخت مضطرب ہوئے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کے کان میں کہا کہ اگر ان لوگوں نے جھک کر دیکھا تو ہم کو پا لیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ دوست! فکر مت کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہ اپنے وعدہ کے مطابق ہم کو بچائے گا۔

خدا نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ کفار کو یقین ہو گیا کہ آپ اس غار میں نہیں ہیں۔ اسلئے وہ واپس لوٹ گئے۔ اور آنحضرتؐ تائید ایزدی سے اُن کے شر سے بچ گئے۔ پھر مخالفین نے عام اعلان کیا کہ جو شخص آنحضرتؐ کو قتل کر دیگا یا زندہ پکڑ کر لے آئے گا۔ اس کو سَو اونٹ انعام دیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ
اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ
اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ
لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ
اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ
بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ
هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۹/۴)

اگر تم پیغمبر کی مدد نہیں کرو گے (تو کچھ پرواہ نہیں) خدا نے اس کی اُس وقت مدد کی جبکہ کفار نے اس کو نکال دیا۔ وہ اپنے ایک ساتھی کو ساتھ لیکر غار میں جا چھپا۔ اس تشویش کی حالت میں اس نے اپنے ساتھی کو غمگین پاکر کہا۔ فکر مت کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ خدا نے اس پر اپنی تسلی نازل کی اور ایسے لشکروں سے اسکی مدد کی جن کو تم نہیں دیکھتے تھے۔ خدا نے کفار کی بات نیچی کی اور خدا ہی کا بول بالا ہے۔ وہ زبردست اور حکمت و دانش کا مالک ہے۔"

آپ تین دن رات غارِ ثور میں رہ کر یثرب کی طرف روانہ ہوئے تو سراقہ نام ایک جری جوان کو پتہ لگ گیا۔ اس نے سَو اونٹ کا انعام لینے کے لئے ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کا تعاقب کیا۔ وہ ایسے مقام تک پہنچ گیا کہ اسکو آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ اونٹنیوں پر سوار نظر آ گئے۔ مگر گھوڑے نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ اس نے ترکش سے تیر نکال کر فال لی تو فال اس کے خلاف نکلی۔ مگر پھر بھی جرأت سے کام لے کر وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تھوڑی دُور چلا تھا کہ گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور اس نے بڑی مشکل سے دلدلی زمین سے گھوڑا باہر نکالا تو پھر اُس نے تیروں سے فال لی۔ وہ فال بھی اس کے خلاف نکلی تو اُس کو یقین ہو گیا کہ آنحضرتؐ مؤید بتائید الٰہی ہیں اور ضرور عرب پر غالب آ جائیں گے۔ تب اس نے پکار کر آنحضرتؐ کو آواز دی کہ آپ ٹھہر جائیں۔ میری طرف سے آپکو امان کا پیغام ہے۔ آپ ٹھہر گئے تو اس نے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کی گرفتاری یا آپ کے قتل کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کر رکھا ہے۔ مگر میں گرفتاری اور قتل کے ارادہ سے باز آیا ہوں۔ آپ مجھے امان نامہ لکھ دیں کہ جب آپ عرب پر غالب آ جائیں تو آپ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچائیں گے۔ آپ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ عامرؓ غلام حضرت ابوبکرؓ سے لکھوا کر اس کو دیدیا۔ اس نے کچھ زادِ راہ پیش کیا۔ وہ آپ نے نہ لیا اور کہا کہ ہمارا حال کسی کو نہ بتانا۔ اس طرح خداوند علیم کے وعدہ کے مطابق آپ سراقہ کے شر سے بچ کر بخیریت یثرب پہنچ گئے۔

کفار نے یہودی سُود خوار سرمایہ داروں کی امداد سے جن کو آپ سے سخت مذہبی عناد تھا۔ یثرب میں بھی جو مکہ سے بہت فاصلہ پر ہے آپ کا تعاقب کیا اور کثیر التعداد اور ساز و سامان سے آراستہ لشکر لے کر آپ کے اور آپ کے متبعین کے مقابلہ پر جن کی تعداد بہت قلیل تھی کھڑے ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ کے ساتھ کئی لڑائیاں کیں جن کا منشاء صرف یہ تھا کہ آپ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ کئی ایسے مواقع پیش آئے کہ آپ کا جاں بر ہونا مشکل تھا۔ مگر خدا نے ملائکہ کے لشکروں سے آپ کی حفاظت کی۔ کفار اور یہود اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔ مکہ فتح ہو گیا اور دشمن سرنگوں اور مطیع ہو گئے اور خدا کا حتمی وعدہ پورا ہو گیا کہ آپ انسانی

ہاتھوں سے نہیں مارے جائیں گے۔ اہلِ دل اور عقلمندوں کے لئے آپ کی صداقت کا یہ عظیم الشان نشان ہے۔

اب ہم ناظرین کے سامنے اِس چودھویں صدی کا ایک اہم ماجرا پیش کرتے ہیں اور غیر جانبدار، انصاف پسند اور فراخ حوصلہ اصحاب سے امید رکھتے ہیں کہ وہ خالی الذہن ہو کر اس پر غور فرمائیں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے اپنی مشہور کتاب براہین احمدیہ میں جو ۱۸۸۰ء میں طبع ہوئی اپنا یہ الہام شائع کیا:۔

"یعصمک اللّٰہ من عندہ ولو لم
یعصمک الناس"

خدا تیری جان اور عزت کو بچائے گا گو تمام
جہان اس کے مخالف کوشش کرے۔"

اس وقت آپ نے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور نہ مولویوں نے آپ پر کوئی فتویٰ کفر لکھا تھا۔ اور نہ کوئی مخالفت کی آواز آپ کے خلاف اُٹھی تھی۔ بلکہ براہین احمدیہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ جس میں دلائلِ بیّنہ سے اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور برتری ثابت کی گئی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی سربرآوردہ عالم اہلِ حدیث نے اس پر اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں ریویو لکھا کہ تیرہ سو سال سے ایسی زبردست کتاب تائید اسلام میں نہیں لکھی گئی۔ اور حضرت مرزا صاحب کے متعلق لکھا کہ مَیں ان کو طالب علمی کے زمانہ سے جانتا ہوں بڑے راستباز اور مؤید دین متین ہیں لیکن جب آپ نے ارشادِ خداوندی کے مطابق مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کیا تو اسی مولوی محمد حسین بٹالوی نے کفر کا فتویٰ آپ کے خلاف لکھا جس پر مولوی نذیر حسین دہلوی استاد اہلِ حدیث اور دیگر چیدہ علماء پنجاب و ہندوستان کے دستخط کرا کر شائع کیا۔ اور آپ کے خلاف فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام الناس جو اندھا دھند بغیر سوچے سمجھے مولویوں کی آواز پر لبیک کہنے کے عادی ہیں سخت بدظن اور مخالف ہو گئے اور آپ کے مشن اشاعت و اثباتِ حقانیت اسلام و کسرِ صلیب میں حارج ہوئے۔ عیسائی قوم کے چیدہ علماء نے اسلام کے خلاف بے شمار کتابیں انگریزی اور اُردو زبان میں لکھیں جن میں قرآن مجید کو انسانی افتراء اور آنحضرتؐ کو کاذب ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حضورؐ کے کردار پر شدید حملے کئے اور اتنا مواد صداقت کے خلاف جمع کیا کہ اسلام کو ایک آفت کا سامنا کرنا پڑا۔ چونکہ مولویوں کا خلاف قرآن یہ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح ناصریؑ زندہ آسمان پر بجسدہ العنصری موجود ہیں اور یہی عقیدہ عیسائیوں کا تھا اسلئے ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کو جنکی پشت پر انگریزی حکومت کا ہاتھ تھا بڑی تقویت پہنچی۔ مولویوں سے عیسائی منادوں کا مقابلہ نہ ہو سکا اور صلیبی مذہب کی خوب اشاعت ہوئی۔ کئی تعلیم یافتہ مسلمان مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے۔ جابجا اخباروں، کتابچوں اور لیکچروں کے ذریعہ سے قرآن کی تردید ہونے لگی۔ ایسے پُر آشوب زمانہ میں صرف حضرت مرزا صاحب نے الٰہی طاقتوں سے مؤید ہو کر اسلام اور بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی مردانہ امداد کی۔ اور مخالفین کو دندان شکن جواب دیئے۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم ریٹائرڈ ای۔ اے سی کے ساتھ حضرت مرزا صاحبؑ کا بمقام امرتسر تحریری مناظرہ ہوا جس میں آتھم نے آنحضرتؐ کی شان میں سخت گستاخی اور دشنام دہی کی۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے الٰہی ارشاد کے مطابق پیشگوئی کی جھوٹا (آتھم) سچے (حضرت مرزا صاحب) کی زندگی میں ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ آتھم پیشگوئی کے مطابق مر گیا عیسائی حکومتِ انگریزی کے گھمنڈ پر حضرت مرزا صاحبؑ کی جان کے درپے ہو گئے۔ پادری کلارک نے مسٹر ڈگلس انگریز ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف اقدامِ قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر کیا جس میں مولویوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف شہادت دیکر

نامۂ اعمال کو سیاہ کیا۔ ڈگلس نے جو عیسائی تھا نوشیروانی انصاف کیا۔ حضرت مرزا صاحب کو عزت کے ساتھ بری کیا۔ اور آپ کی جان کے دشمن سرنگوں ہوئے۔ اس پر حضرت مرزا صاحبؑ کی اپنی تحریر ملاحظہ ہو:۔

۱۔ "میرے ذلیل کرنے اور ہلاک کرنے میں کیسی کیسی کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ اس گورنمنٹ (گورنمنٹ برطانیہ۔ ناقل) محسنہ تک جھوٹی مخبریاں پہنچائی گئیں۔ خون کے مقدمے میرے پر بنائے گئے۔ اور انہی مولویوں نے جنہوں نے شاید مرنا نہیں۔ عدالتوں میں جاکر گواہیاں دیں کہ بے شک یہ خونی ہے۔ اس کو پکڑو۔ اور اس بات کے حاصل کرنے کے لئے کوئی منصوبہ نہ چھوڑا۔ اور کوئی جوڑ توڑ اٹھا نہ رکھا تا کسی طرح سے میں پکڑا جاؤں اور گرفتار کیا جاؤں۔ اور زنجیر اور ہتکڑی مجھ پر پڑے اور میری بے عزتی کو ایک دنیا دیکھے۔ اور یہ لوگ اگر چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ ان ارادوں میں انہوں نے کوئی بھی عزت نہ دیکھی بلکہ ذلت پہ ذلت اٹھائی۔ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے اور ان کا جوش خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو خدا تعالیٰ ضرور ان کی مدد کرتا۔"

(تریاق القلوب ص۱۵۱)

۲۔ "میں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ وہ (علماءِ زمانہ۔) مسجدوں میں رو رو کر دعائیں کرتے تھے کہ اے خدا اس پادری (پادری کلارک) کی مدد کر۔ اس کو فتح دے۔ مگر خدائے علیم نے ان کی ایک نہ سنی۔ ان لوگوں نے مجھے پھانسی دلانے کے لئے اپنے تمام منصوبوں سے زور لگایا اور ایک دشمن خدا اور رسول کی مدد کی۔ پھر کس نے مجھے اس بھڑکتی ہوئی آگ سے بچایا۔ حالانکہ آٹھ تو گواہ مجھے مجرم بنانے کے لئے گزر چکے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی نے بچایا جس نے پچیس برس پہلے وعدہ دیا تھا کہ تیری قوم تجھے نہیں بچائے گی اور کوشش کرے گی کہ تو ہلاک ہو جائے مگر میں تجھے بچاؤں گا۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۲۳)

آریوں نے بھی عیسائی مواد سے جو اسلام کے خلاف جمع کیا گیا تھا فائدہ اٹھا کر اسلام کے خلاف نہایت گندے اور فحش اعتراض کرنے شروع کر دئے۔ لیکھرام پشاوری نے جو آریوں کا سرگرم واعظ تھا دریدہ دہنی سے قرآن اور آنحضرتؐ کی پاک لائف پر اس قدر گندے مضامین لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان ان کو سن نہیں سکتا۔ آخر وہ حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ آپ نے اس کے برخلاف بددعا کی تو بذریعہ الہام الٰہی آپ کو معلوم ہوا کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا چنانچہ اس کے خلاف یہ پیشگوئی شائع کی گئی اور وہ عین پیشگوئی کے مطابق دن کے وقت ۱۸۹۷ء میں قتل کیا گیا۔

آریہ قوم کو اس کا ناقابل برداشت صدمہ ہوا۔ انعامی اشتہار شائع کیا گیا کہ جو شخص قاتل کا پتہ دیگا۔ اس کو ایک ہزار روپیہ دیا جائے گا۔ پولیس نے تفتیش میں بڑی جدوجہد کی۔ مگر اب تک قاتل کا سراغ نہیں ملا۔ حضرت مرزا صاحب نے صاف لکھا کہ میری پیشگوئی کے مطابق لیکھرام مارا گیا ہے آریوں نے جو اولیاء اللہ کی کرامات کے منکر اور روحانیات سے بے بہرہ تھے برملا کہنا شروع کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے خود لیکھرام کو مروایا ہے اور ہندو اخبارات نے گورنمنٹ سے پرزور مطالبہ کیا کہ جبکہ مرزا صاحب نے وقت اور دن لیکھرام کے مارے جانے کا مقرر کیا ہوا تھا اور عین پیشگوئی

کے مطابق وہ مارا گیا ہے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قتل میں مرزا صاحبؑ کا ہاتھ تھا۔ مگر چونکہ حضرت مرزا صاحبؑ کا کوئی دخل اس قتل میں نہیں تھا اور آریوں کا الزام بے بنیاد اور جھوٹا تھا اس لئے وہ اس کے ثابت کرنے میں بالکل ناکام رہے اور گورنمنٹ نے کوئی ایکشن سوائے اس کے نہ لیا کہ آریوں کے کہنے سے آپ کے گھر کی تلاشی لی اور کوئی مواد آپ کے خلاف برآمد نہ ہوا مگر آریہ لوگ اپنی غلطی کی وجہ سے آپ کے سخت دشمن ہوگئے اور چونکہ ان کی قوم سرمایہ دار اور بارسوخ ہونے کی وجہ سے اس قدر اثر اور وسائل رکھتی تھی کہ ان کے لئے حضرت مرزا صاحب کو مروا دینا کچھ مشکل نہ تھا خصوصاً جبکہ حضرت مرزا صاحبؑ کے قریبی یک جدی مرزا نظام دین اور مرزا امام دین جو بڑے بااثر اور بے دین تھے اور حضرت مرزا صاحبؑ کے سخت معاند تھے چاہتے تھے کہ آپ نابود ہوجائیں اور مولویوں کی پیروی کرنے والے عام مسلمان اور عیسائی بھی آپ کو زندہ دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اس لئے آپ کی جان خطرہ میں تھی۔ اور سوائے قلیل جماعت کے جو آپ کی معتقد اور ارادت مند تھی آپ بے یارو مددگار تھے۔ صرف خدا کا ہاتھ آپ کے ساتھ تھا جس نے وعدہ دیا تھا کہ اگرچہ تیری قوم تجھے فنا کرنے کے درپے ہوجائے گی مگر میں تیری جان اور عزت کی نگہبانی کرونگا اور ہر آفت سے تجھے بچاؤں گا۔

حضرت مرزا صاحبؑ ہر وقت اندر ہی نہیں بیٹھے رہتے تھے۔ نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ نماز سے فارغ ہوکر مسجد میں معہ احباب بیٹھے رہتے تھے بعض اوقات کسی دینی مسئلہ پر لمبی تقریر بھی کرتے تھے۔ عموماً ہر روز صبح قریباً ۵ میل تک سیر بھی کرتے تھے۔ دعویٰ مسیحیت کے بعد مولوی نذیر حسین دہلوی استاد اہل حدیث کے ساتھ بحث کے لئے تشریف لے گئے۔ بحث مجمع عام میں بھی لدھیانہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ آپ کی کھلے بندوں بحث ہوئی۔ وہاں آپ کا لیکچر بھی ہوا۔ لاہور اور سیالکوٹ میں آپ نے برملا لیکچر دیئے۔ گورداسپور میں مقدمات فوجداری کے سلسلہ میں جو مخالفین نے آپ پر بنا رکھے تھے کئی دفعہ آپ کو جانا پڑا۔ کوئی خاص پہرہ نہیں تھا۔ وفات سے چند روز پہلے لاہور میں آپ کی مجمع عام میں تقریر ہوئی۔ تقریروں، اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے آپ کی اس قدر مخالفت ہوتی اور اس قدر اشتعال انگیز مضامین آپ کے خلاف لکھے گئے کہ دنیا کی تاریخ پتہ نہیں دیتی کہ کسی نبی کی اس قدر مخالفت ہوئی ہو۔ باوجود اتنی مخالفت کے آپ کے اس قدر ارادت مند پیدا ہوئے کہ کسی نبی کی زندگی میں اس کے اتنے پیرو نہیں ہوئے۔ مولویوں کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے مسلمان آپ کی جان کے درپے تھے۔ عیسائی آپ کے دشمن تھے۔ ہندو آپ کو زندہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ سکھ بوجہ اس کے کہ آپ نے اپنی کتاب ست بچن میں ان کے گورو بابا نانک کو دلائل قاطعہ کے ساتھ مسلمان ثابت کیا تھا اور اس طرح ان کو اسلام کی دعوت دی تھی آپ کے مخالف ہوگئے تھے۔ غرضیکہ ہندوستان کی کوئی قوم ایسی نہ تھی جو آپ کے فنا ہونے کی خواہشمند نہ ہو۔ مگر باوجود یہ غیرت دلانے کے کہ الٰہی وعدہ کے مطابق مجھے کوئی جان سے مار دینے پر قادر نہیں ہوگا۔ آپ کو دنیا کے مالک خداوند نے اسی طرح محفوظ رکھا جس طرح حضرت موسٰی اور حضرت ہارونؑ کو اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا۔ سوچنے والے اہل دل کے لئے آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کا یہ ایک زبردست زندہ نشان صداقت ہے ؛

الخطاب

[ذیل کا عربی قصیدہ ہمارے محترم دوست جناب حاجی حافظ عزیز الرحمٰن صاحب فاضل چک منگلا ضلع سرگودھا کا والہانہ خطاب ہے جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف میں رقم فرمایا ہے۔ آپ نے چند ماہ پیشتر ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ―――――― (ایڈیٹر)]

أَيَا حَادِيًا عُشَرَاءَ وِجْهَةَ مَشْرِقِ
عَلَيْكَ بَلَاغٌ يَا كَرِيمَ الْمُعْرَقِ

فَإِذَا انْتَهَتْ بِكَ نَاقَةٌ أَرْضَ كَدْعَةٍ
وَتَرَى مَنَارًا ذَا وَمِيضٍ مُشْرِقِ

فَعَرِّجْ إِلَى قَبْرٍ هُنَاكَ مُبَارَكٍ
وَسَلِّمْ عَلَيْهِ مِنْ غَرِيبٍ أَخْلَقِ

قَوْمٌ دَأَبُوكَ وَأُمَّةٌ قَدْ أُخْبِرَتْ
فَيَا لَيْتَنَا كُنَّا صِحَابَكَ نَلْتَقِي

سَمِعْنَا فَآمَنَّا فَكُنْ أَنْتَ شَاهِدًا
وَذَلِكَ وَطَهِّرْنَا وَإِنْ لَمْ نَلْحَقِ

أَعْطَاكَ رَبُّكَ بِالْبَرَاهِينِ غَلَبَةً
عَلَى كُلِّ مَنْ بَارَاكَ مِنْ مُتَمَلِّقِ

وَأَخَفْتَ أَهْلَ الشِّرْكِ حَتَّى إِنَّهُ
لَتَخَافُكَ النُّطَفُ الَّتِي لَمْ تُخْلَقِ

لَا زَالَ رَبْعُكَ لِلْوُفُودِ مَثَابَةً
وَمَا انْفَكَّ آلُكَ رَبْوَةَ الْمَجْدِ يَرْتَقِي

عَلَيْكَ سَلَامُ اللهِ يَا بَحْرَ رَحْمَةٍ
مَا دَامَ إِنْسٌ مِنْ زُلَالِكَ يَسْتَقِي

يَرْجُو عَزِيزٌ مِنْ عَزِيزٍ غَالِبٍ
أَنْ يَشْرَحَنْ صَدْرِي وَيُحَلِّيَ مَنْطِقِي

موتیا بند کا سُرمہ

جناب سول سرجن صاحب لاہور کا مکتوب گرامی

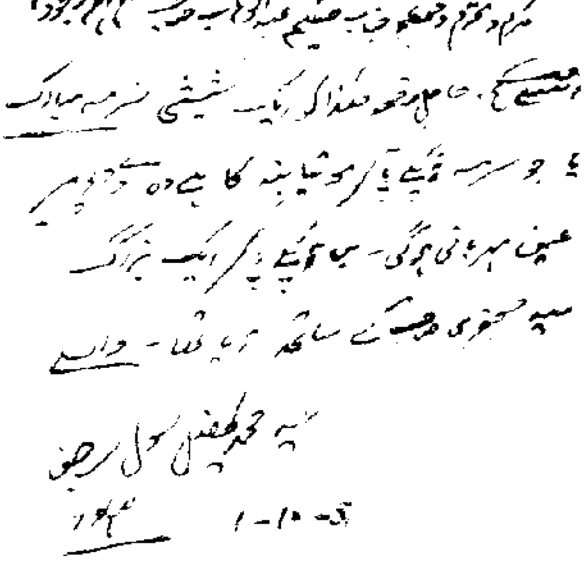

مکرم و محترم و معظم جناب حکیم عبدالوہاب صاحب ادام اللہ وجودہ

السلام علیکم۔ حامل رقعہ ھذا کو ایک شیشی سُرمہ مبارک یا

جو سُرمہ آپکے پاس موتیا بند کا ہے وہ دے دیویں

عین مہربانی ہوگی۔ میں آپ کے پاس ایک بزرگ

"سید جعفری" صاحب کے ساتھ آیا تھا۔ والسلام

سید محمد طفیل سول سرجن۔ لاہور ۱۰/۱

جناب سول سرجن صاحب بہادر پنجاب کے وزراء، رُوسا، نواب اور عوام کیلئے سُرمہ مُبارک تجویز کرتے ہیں قیمت فی شیشی دو روپے آٹھ آنہ۔ نصف شیشی ایک روپیہ چار آنہ

دواخانہ نورُالدین۔ جودھامل بلڈنگ لاہور

بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ

مفتی سلسلہ احمدیہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کا ریویو۔

دسمبر ۱۹۳۰ میں خاکسار نے اڑھائی صد صفحات کی کتاب ''بہائی تحریک پر تبصرہ'' شائع کی تھی۔ جس میں بہائی تحریک کی تاریخ کے علاوہ بہائیوں کی شریعت ''اقدس'' مع اردو ترجمہ شائع کی گئی تھی۔ یہ کتاب جلد ہی نایاب ہو گئی تھی۔ آج تک بہائی لوگ اس کتاب کا جواب نہیں دے سکے اب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن نئے انداز اور مفید اضافوں کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اس کتاب پر استاذنا المحترم حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب مرحوم مفتی سلسلہ احمدیہ رضی اللہ عنہ نے الفاظ ذیل میں ریویو فرمایا تھا۔

''میں نے جناب مولوی ابو العطاء صاحب کی کتاب اول سے آخر تک توجہ اور غور سے پڑھی ہے۔ مولوی صاحب نے اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ اسلام اور احمدیت کی ایک اعلیٰ خدمت کی ہے۔ بہائیت ایک فتنہ ہے۔ میرے خیال میں مولوی صاحب نے اس فتنہ کے مٹانے میں وہ کام کیا ہے۔ جو اس وقت تک جہاں تک میرا علم ہے۔ کسی اور نے نہیں کیا۔ [illegible] سچا مقولہ ہے۔ کہ الاشیاء تعرف باضدادها۔ اس کے مطابق [illegible] سے احمدیت کی شان سورج کی طرح درخشندہ ہو جاتی ہے''

(الفضل ۲۷ دسمبر ۱۹۳۱)

نوٹ۔ کتاب زیر طبع ہے آخر نومبر ۱۹۵۵ء تک آپ یہ کتاب خرید سکتے ہیں۔

منیجر مکتبہ الفرقان
ربوہ ۔ پاکستان